Spot CMYK#Waheed

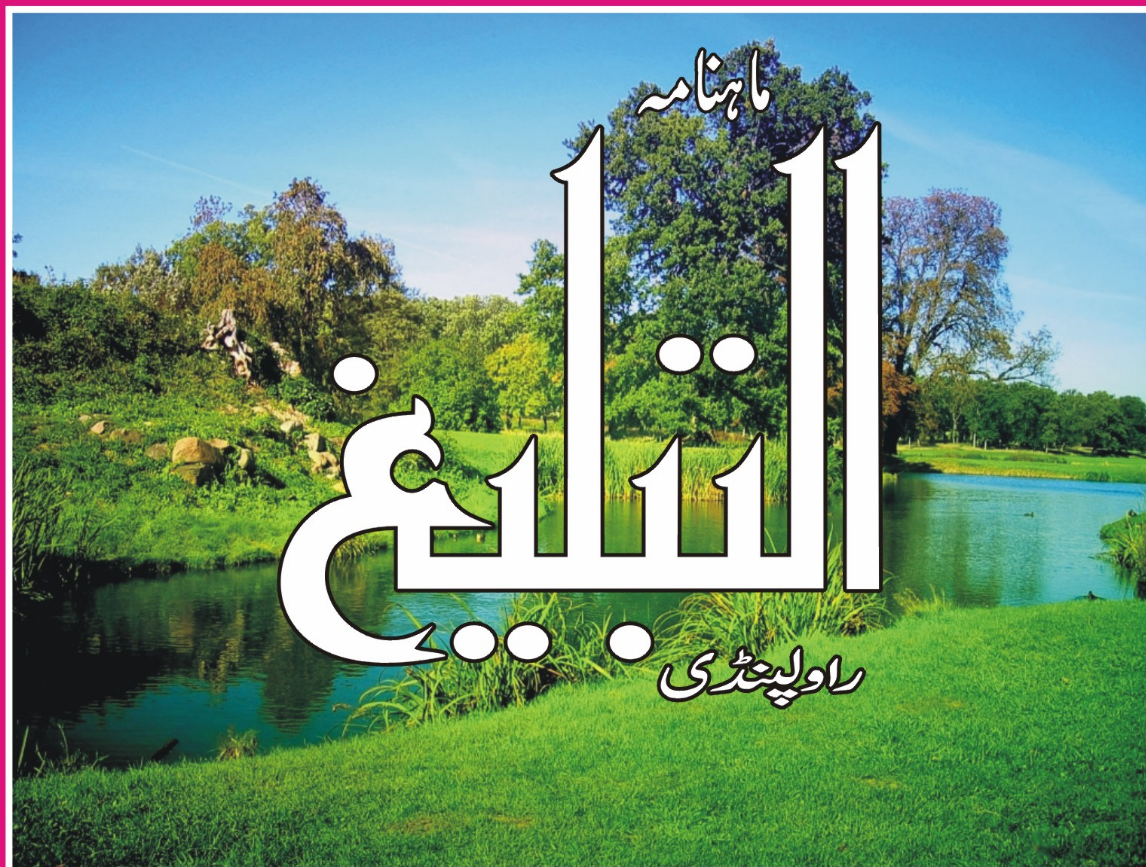

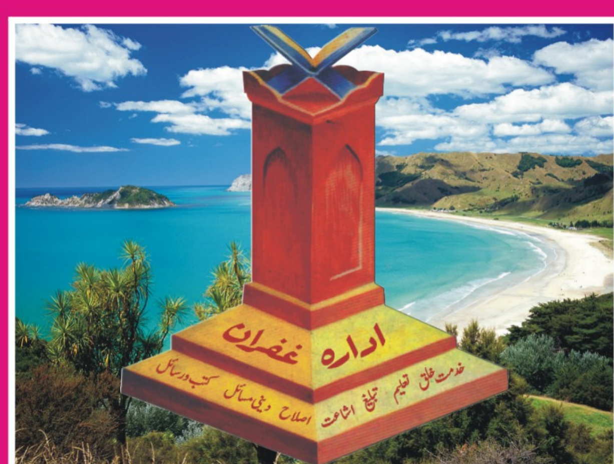

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس مفتی محمد امجد حکیم محمد فیضان غفار الحق

فی شمارہ.............. 25 روپے

سالانہ................ 300 روپے

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

قانونی مشیر

الحاج غلام علی فاروق

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ وچھڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ .... موجودہ حالات میں کیا کریں؟........مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۲۰، آیت نمبر ۲۵).. مؤمنینِ صالحین کے لئے خوشخبری...مفتی محمد رضوان ۱۱

درسِ حدیث .... نیک صحبت کی ضرورت واہمیت.........مفتی محمد یونس ۱۵

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

بارش کی کمی کے حل کی تین حقیقی تدبیریں.........مفتی محمد رضوان ۱۷

ماہ جمادی الاولیٰ: دوسری صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں......طارق محمود صاحب/سعید افضل صاحب ۲۰

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہم (قسط ۲).........ترتیب: مفتی محمد رضوان ۲۲

تقلید کی حقیقت.........عبدالواحد قیصرانی ۲۸

حضرت صالح علیہ السلام اور قومِ ثمود (قسط ۱۳).........مولانا محمد امجد حسین ۳۲

صحابیٔ رسول حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ (قسط ۱).........انیس احمد حنیف صاحب ۳۵

آدابِ تجارت (قسط ۱۳).........مفتی منظور احمد صاحب ۳۸

جمعہ کے لئے جلدی جانے کی فضیلت.........مولوی محمد ناصر ۴۱

ٹیلی فون اور موبائل فون استعمال کرنے کے آداب (دوسری وآخری قسط).........مفتی محمد رضوان ۴۷

بزرگی کے انتخاب اور معیار میں غلطیاں (قسط ۲).........// // ۵۱

مکتوباتِ مسیحُ الامّت (بنام محمد رضوان) (قسط ۱).........ترتیب: مفتی محمد رضوان ۵۳

علماء کا مروَّجہ سیاست میں عملاً شریک ہونا (تعلیماتِ حکیم الامت کی روشنی میں).........// // ۵۷

علم کے مینار.........ہر چہ گیرد علّتی ......(قسط ۶).........محمد امجد حسین صاحب ۶۱

تذکرۂ اولیاء:.. تصوف کے مشہور سلسلوں کا تاریخی پسِ منظر (قسط ۲).......مولانا محمد امجد حسین ۶۵

پیارے بچو! .... پرانے اور آج کے کھیل (قسط ۲).........مفتی ابوریحان ۶۸

بزمِ خواتین ...... حضور ﷺ کے خواتین سے چند اہم خطاب (قسط ۲)...مفتی محمد رضوان ۷۲

آپ کے دینی مسائل کا حل.. کرنسی کی زکاۃ میں چاندی کا نصاب معتبر ہے یا سونے کا؟....ادارہ ۷۸

کیا آپ جانتے ہیں؟...... بیل گاڑی سے ریل گاڑی تک (قسط ۵)....محمد امجد حسین صاحب ۸۵

عبرت کدہ ...... ہندوستان کا اسلامی عہد (قسط ۱۳).........محمد امجد حسین صاحب ۸۸

طب وصحت.......... آم (MANGO).........حکیم محمد فیضان صاحب ۹۲

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز.........مولانا محمد امجد حسین ۹۶

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں.........ابرار حسین ستی ۹۸

Some Commercial Rulings for Jewellery.................// // ۱۰۰

Idara Ghufran

اداریہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مفتی محمد رضوان

موجودہ حالات میں کیا کریں؟

اس وقت پوری دنیا کے مسلمانوں کو سنگین حالات درپیش ہیں اور کافروں کی طرف سے آئے دن مسلمانوں کے خلاف منظّم طریقہ پر مختلف حربے استعمال ہوتے رہتے ہیں اور مسلمانوں کی طرف سے اُن کے ردِّعمل میں مختلف تدابیر اور اقدامات کیے جاتے ہیں، مگر اِن کا کوئی خاطر خواہ فائدہ اور اثر دِکھائی نہیں دیتا، بلکہ اس کے برعکس حالات اور زیادہ سنگین سے سنگین تر ہوتے چلے جاتے ہیں، اِس پر ہم سب کو غور کرنے اور اپنے طرزِعمل پر نظرِ ثانی کی ضرورت ہے۔

بجائے اس کے کہ اس اہم اور نازک موضوع پر خود لب کشائی کی جائے، اُمت کے ایک عظیم حکیم اور نبض شناس بزرگ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے الفاظ میں اس موضوع پر روشنی ڈالی جاتی ہے:

✪ ''سب خرابیوں کے ذمہ دار خود مسلمان ہی ہیں یہ خود ہی (شرعی) احکام سے اعراض کیے (منہ موڑے) ہوئے ہیں، پھر جب خود ہی ان کے قلوب (دلوں) میں احکامِ شرعیہ کی وقعت وعظمت نہیں اور خود ہی ان کی پابندی واحترام نہیں کرتے تو دوسری قومیں کیا احترام کریں گی اور ان سے کیا توقع کی جاسکتی ہے؟ مثلاً نماز کی پابندی مسلمانوں میں نہیں، داڑھی منڈانا ان کا شعار (طریقہ) ہوگیا ...... ہماری شکایت واقع میں اپنا قصور دوسروں کے سر منڈھنا ہے اگر مسلمان فی الحقیقت مسلمان بن جائیں تو پھر آپ دیکھیں کہ ایک دم کایہ پلٹ ہوجائے اور سب ان کے سامنے سر جھکادیں ......اگر یہ (مسلمان) خود احکامِ اسلام اور شعائرِ اسلام (اسلام کی نشانیوں، طریقوں، فرائض اور عبادات) کے پابند ہوجائیں دوسروں پر خود بخود اثر ہو، یہ بھی ایک نہایت زبردست تبلیغ ہے'' (ملفوظات الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ جلد نمبر۲ ص۱۰۵و۱۰۶، ملخصاً ملفوظ نمبر ۱۳۸)

✪ ''آج کل مسلمانوں کی حالت عجیب ہے، دوسروں سے اسلام، احکامِ اسلام کی وقعت و عظمت اور احترام کے خواہشمند ہیں اور خود احکامِ اسلام وشریعتِ مقدسہ کی وقعت اور عظمت قلوب (دلوں) میں نہیں رہی'' (ملفوظات الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ جلد نمبر۸ ص۳۳۱، ملفوظ

Idara Ghufran

نمبر۴۶۹)

✪ ''سب سے بڑی بات قابلِ ذکر بلکہ قابلِ شکایت یہ ہے کہ یہ لوگ دوسروں سے تو اسلام کی عزت کے خواہاں ہیں اور خود اسلام اور احکامِ اسلام کو پائمال کرتے ہیں ایک زمانے میں نمازوں کے وقت میں جلسے ہوتے رہے کچھ پرواہ نہیں، رمضان المبارک میں عام شاہراہوں پر میزوں پر کھانے چُنے گئے اور کُرسیوں پر کھائے گئے یہ حرکات کہاں تک جائز ہیں'' (ملفوظات الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ جلد نمبر۳ ص ۶۹ و ۷۰، ملفوظ نمبر ۶۹)

✪ ''جو اصلی تدبیر ہے اس کی طرف اس وقت تک بھی کسی کو خیال نہیں وہ یہ ہے کہ اپنے اعمال کی اصلاح میں لگ جائیں اگر ایسا کریں تو چندروز میں ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے دشمن خائف ہوجائیں اور مخترع (منگھڑت) طریقوں کے متعلق فرمایا کہ ایسے وقت میں شریعت میں دو ہی صورتیں ہیں، قوت کے وقت مقابلہ، اور عجز کے وقت صبر، خدا معلوم یہ تیسری صورت بخوشی گرفتار ہوجانے کی کہاں سے نکالی ہے؟ (ملفوظات الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ جلد نمبر ا ص ۳۲، ملفوظ نمبر ۸)

✪ ''برکت تدابیرِ منصوصہ (قرآن وحدیث میں بیان کردہ طریقوں) پر عمل کرنے سے میسر ہوسکتی ہے اور یہ ہڑتال اور جلوس یہ سب یورپ ہی سے سبق حاصل کیا ہے یہ سب انہیں کی تدابیر ہیں جن کے خلاف تم جدجہد کررہے ہو'' (ملفوظات الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ جلد نمبر۴ ص ۵۸، ملفوظ نمبر ۶۴)

✪ ''جو کام کرنے کے ہیں ان کی طرف تو کبھی التفات (خیال) بھی نہیں ہوتا اور یہ بائیکاٹ وغیرہ ان سے کام چلتا ہے؟ اگر انبیاء علیہم السلام بھی نرے بائیکاٹ سے کام لیتے تو ہرگز دین کی اشاعت نہ ہوتی، کام تو کام کے طریقہ اور ہر موقع پر اس کے مناسب عمل سے ہوتا ہے، دیکھ لیجئے جب تک قوت جمع نہ ہوئی آپ ﷺ نے کیسے صبر اور حِلم سے کام لیا، جہاد کی بھی اجازت نہ ہوئی، جب قوت جمع ہوگئی جہاد بھی فرض ہوگیا اور تلوار سے کام لیا گیا پھر اتنا بڑا کام کہ اظہر من الشّمس (سورج سے بھی زیادہ ظاہر) ہے، یہ سب برکت مناسب طریقے پر عمل کرنے کی تھی'' (ملفوظات الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ جلد نمبر۳ ص ۷۰ و ۷۱، ملفوظ نمبر ۶۹)

✪ ''جیل خانہ چلے گئے، دو چار مہینے رہ آئے آخر اس کا نتیجہ ہی کیا، جب چیز پر قدرت نہیں تو کیوں آدمی اپنے کو پریشانی میں ڈالے، ہاں ایک نتیجہ تو جیل خانہ میں جانے سے ضرور نکل آتا ہے کہ شہرت ہو جاتی ہے فلاں صاحب ایسے ہیں ویسے ہیں مگر یہ کوئی دینی مقصد نہیں، اس کا تعلق صرف جاہ (نام اونچا کرنے) سے ہے جو خود ایک مستقل (روحانی و دینی) مرض ہے جو قابلِ اصلاح ہے، ان اہلِ جاہ (نام اور شہرت کے طلب گاروں) میں خلوص کا نام نہیں۔ بس اس پر مرتے ہیں کہ نام ہو پھر کام کہاں؟ اسی لیے تو میں مولویوں کو بھی مشورہ دیتا ہوں کہ ان کو چاہئے کہ ان فضولیات کو چھوڑیں اور ان کاموں میں لگیں کہ (مسلمانوں کی فلاح صلاح اور ترقی کے لئے) اللہ تعالیٰ سے دعا کریں (لوگوں کو پیش آمدہ مسائل میں) فتوے دیں، تبلیغ کریں، پڑھیں پڑھاویں، جاہلوں کے ساتھ ہو کر تضییعِ اوقات نہ کریں'' (ملفوظات الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ جلد نمبر ۷ ص ۵۲ ملفوظ نمبر ۴۳)

✪ ''غور سے معلوم ہوا کہ یہ نئی روشنی والے اس شورش (فتنہ، فساد اور ہنگامہ) کے اندر بھی یورپ کی تقلید کرتے ہیں۔ یہ طریقہ یورپ ہی کا ہے کہ جو کام کرتے ہیں بڑھا چڑھا کر لوگوں کو دکھلا کر کرتے ہیں۔ اگر کسی قوم سے مخالفت ہو گی تو اہلِ یورپ اس کی بنائی ہوئی چیزیں استعمال نہیں کریں گے اور جو پہلے سے گھر میں ہوں ان کو جلا پھونک دیتے ہیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں اٹلی کی مخالفت میں ہمارے نوجوان تعلیم یافتوں نے بہت سے کپڑے ٹوپیاں وغیرہ جلا دیں کیونکہ وہ مال اٹلی کا بنا ہوا تھا۔ ہم کو تو یہ بات پسند نہیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ اہلِ شریعت میں تہذیب نہیں، اس وقت تو شریعت سے بعید (دُور) ہونے والوں کی تہذیب معلوم ہو گئی، دوسرے ٹوپی وغیرہ کا جلانا اضاعتِ مال (یعنی مال کو ضائع کرنا) ہے جو شرعاً و عقلاً کسی طرح جائز نہیں۔ اسی طرح اخبار نویسوں نے بھی بہت زیادہ لوگوں کو پریشان کر دیا ہے، ایسے ایسے مضامین لکھتے ہیں جس سے خوامخواہ دیکھنے والے کو جوش آئے کیونکہ ان لوگوں کو تجارت مقصود ہے، ایسے مضامین سے ان کے اخبار کی اشاعت خوب ہو جاتی ہے یہ لوگ اہلِ دنیا ہیں، اہلِ دین کا طریقہ تو رضا برقضا ہے۔

دلآرامے کہ داری دل درو بند دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

وہ (یعنی اہلِ دین) کتاب وسنت کو دیکھتے ہیں، اُن کو تو کوئی (دنیا کی) تجارت مقصود نہیں جو خواہ مخواہ جوش وخروش ظاہر کریں، یہ سب باتیں صبر ومتانت کے خلاف ہیں۔ اور شریعت میں ایک تاکید یہ کی گئی ہے کہ مصیبت میں یاس (مایوسی) نہ ہو، حق تعالیٰ سے امیدوار رہنا چاہیے، کیونکہ اسباب سے فوق (اوپر) بھی تو کوئی چیز ہے۔

تو یاس (مایوسی) کی بات تو وہ کہے جس کا دین تقدیر پر نہ ہو محض تدبیر پر ہو، یہ سب آداب ہیں ضراء یعنی مصیبت کے'' (وعظ حقوق السرّ آء والضرّ آء، ص ۲۶ مطبوعہ، تھانہ بھون وخطباتِ حکیم الامت ج۴ بعنوان حقوق وفرائض ص ۳۸۳)

✪ ''اگر مسلمان اصولِ صحیحہ اور احکامِ شرعیہ کا اتباع کریں تو ساری دنیا بھی مل کر ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ میں ایک مرتبہ ریل میں سفر کر رہا تھا اسی ڈبہ میں چند دیہاتی مسلمان بیٹھے ہوئے تحریکاتِ حاضرہ کے متعلق آپس میں گفتگو کر رہے تھے اور اپنی اپنی کہہ رہے تھے میں بھی سن رہا تھا، ایک ان میں سے خاموش بیٹھا سن رہا تھا، جب سب اپنی اپنی کہہ چکے تو وہ شخص بولا اپنی اپنی تو تم کہہ چکے اب میری بھی سن لو، کیوں اتنے بکھیڑے کیے اگر مسلمان دو باتوں کی پابندی کرلیں ساری دنیا ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی، ایک بولا کہ بتلاؤ وہ کیا بات ہے؟ کہتا ہے کہ ''ایک رہو اور نیک رہو، دیکھیں پھر کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے'' کیسی عجیب بات کہہ گیا، آبِ زر (سونے کے پانی) سے لکھنے کے قابل ہے، دو جملوں میں تمام احکامِ شرعیہ کا خلاصہ بیان کر گیا''

(ملفوظات الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ جلد نمبر ۵ ص ۳۶۲ ملفوظ نمبر ۴۱۵)

✪ ''یہ وقت مسلمانوں کی غفلت کا نہیں مگر مشکل تو یہ ہے کہ اگر مسلمان غفلت سے بیدار ہوتے ہیں تو اس کے مصداق ہو جاتے ہیں ؎

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی تلافی کی بھی ظالم تو نے تو کیا کی

یعنی اس بیداری میں نہ اتباع (شرعی) احکام کا ہوتا ہے نہ باہمی اتفاق ہوتا ہے، اسی نااتفاقی کے متعلق ایک انگریز حاکم نے ایک بات خوب کہی کہ ہندوؤں کے دو دشمن ایک مسلمان اور ایک انگریز۔ انگریزوں کے دو دشمن ایک ہندو اور ایک مسلمان اور مسلمانوں کے تین دشمن ایک ہندو ایک انگریز ایک خود مسلمان'' (ملفوظات الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ جلد نمبر ۲ ص ۲۶۱

ملفوظ نمبر ۳۷۹)

✪ ''مسلمانوں کا سوائے خدا کی ذات کے اور کوئی حامی اور مددگار نہیں اور ان کو اور کسی کی ضرورت بھی نہیں، میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اگر مسلمانوں میں نظم (انتظام وبندوبست) ہو اور دین ہو تو تمام دنیا کی غیر مسلم اقوام اس ضعف (کمزوری) کی حالت میں بھی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں لیکن مسلمان ویسے تو بہت کچھ گڑبڑ کرتے ہیں مگر جو اصل تدبیر ہے اور کام کی تدبیر ہے جس سے پہلوں کو کامیابی میسر ہو چکی ہے وہ نہیں کرتے وہ تدبیر یہ ہے کہ اپنے خدا کو راضی کرنے کی فکر کریں، اب تو بڑی تدابیر ان مشرکوں (کافروں) کی تعلیم (اور طریقوں) پر عمل کرنا ہے ان (کافروں) کو لوگ عاقل سمجھتے ہیں بھلا ایسا شخص کیا عاقل ہوگا جس کو انجام کی خبر نہیں، اگر ایسے لوگ عاقل ہوتے تو آخرت کی فکر کرتے، پہلے ایمان لاتے، ہاں آکل (کھانے پینے والے) ہیں، روپیہ اور ملک کی فکر ہے، سو ایسے پہلے بھی بڑے بڑے گزر چکے جو خدائی تک کا دعویٰ کر گئے۔ شداد، نمرود، فرعون، قارون وہ کون چیز ہے جو (ان میں) نہ تھی جس کے نہ ہونے سے بدعقل اور بدفہم کہلائے بس یہی دین نہ تھا تو ان (موجودہ) لوگوں کو تو دنیا میں اتنی ثروت (عیش وآرام اور مال دولت کی فراوانی) نصیب نہیں جیسے پہلوں کو نصیب ہو چکی۔

کماقال تعالیٰ: ولقد مکّنّٰھم فیماان مکنا کم (الآیۃ)

(اور ہم نے ان لوگوں کو ان باتوں میں قدرت دی تھی کہ تم کو ان باتوں میں قدرت نہیں دی)

مگر ان کا جو انجام ہوا ''**خسر الدنیا والآخرۃ**'' (دنیا وآخرت کی ذلت ورُسوائی) وہ اظہر من الشّمس (سورج سے بھی زیادہ ظاہر) ہے'' (ملفوظات الافاضات الیومیۃ من الافادات القومیۃ جلد نمبر۱ ص ۳۱۵ و ۳۱۶ ملفوظ نمبر ۴۱۸)

✪ ''میں اپنے دوستوں کو بھی مشورہ دیتا ہوں اور خود بھی اس پر عامل (کاربند) ہوں کہ حق تعالیٰ سے اپنی بہبود اور فلاح کی دعا کریں اور یہ بڑا عمل ہے اور اس سے بڑا عمل یہ ہے کہ خدا کے راضی کرنے کی فکر میں لگ جائیں اگر مسلمان ایسا کریں تو چند روز میں انشاء اللہ کایا پلٹ ہو جائے، حقیقی مالک، مُلک کے حق تعالیٰ ہی ہیں تو مُلک جن کی مِلک ہے انہیں سے مانگو اور اس کا صحیح طریق یہی ہے کہ ان کو راضی کرو۔ اور راضی کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ

گزشتہ نافرمانیوں سے تائب ہوکر آئندہ کے لئے عزم (پختہ ارادہ) اعمالِ صالحہ کا کرو۔

دیکھو پھر کیا ہوتا ہے کیونکہ تدابیر بھی وہی ذہنوں میں پیدا فرماتے ہیں اور پھر ان تدابیر کو مؤثر بھی وہی بناتے ہیں تو ان کو راضی رکھنے سے تدبیریں بھی صحیح اور مؤثر سمجھ میں آتی ہیں اور یہ بات یقین کے درجہ کی ہے کہ اگر مسلمان ایسا کریں تو ان کے تمام مصائب اور آلام ختم ہو جائیں یہ مصائب کا سامنا خدا کو ناراض کرنے ہی کی بدولت ہو رہا ہے اور جو تدابیر اس وقت اختیار کر رکھی ہیں چونکہ ان کا اکثر حصہ غیر مشروع (غیر شرعی) ہے اس لئے بجائے کسی کامیابی کے اور اُلٹی ذلت اور ناکامی گلوگیر ہو جاتی ہے، لوگ کہتے ہیں کہ (انگریزوں کی) شروع سلطنت کے زمانہ میں اس کا مشورہ ہوا تھا کہ ہندوستان کو نکما بنانا چاہئے اور اس کی تدبیر یہ نکلی کہ مذہبی حمیت (اپنے مذہب کی غیرت) کو برباد کر دینا چاہئے بس میں اسی حمیت (مذہبی غیرت) کو کہتا ہوں کہ اپنے اندر پیدا کرو۔ لیجئے کیا اثر ہوتا ہے اس وقت کثرت سے لوگوں کو مذہب سے بے گانہ کر دیا گیا ہے یہ نہایت باریک حربہ ہے بس اس کے مقابلہ میں کرنے کا کام یہ ہے کہ مذہب کی اہمیت قلوب (دلوں) میں پیدا کی جائے مگر مشکل یہ ہے کہ جو کام کرنے کے ہیں ان کو تو مسلمان کرتے نہیں دوسرے جھگڑوں اور قصوں میں پڑ کر اپنا مال اور اپنی جان، اپنا وقت برباد کر رہے ہیں، حقیقی تدابیر سے بھاگتے ہیں۔

صاحبو! اگر اعتقاد سے نہیں کرتے تو آزمانے ہی کے طریق پر کر کے دیکھ لو، اسی کو (مولانا روم رحمہ اللہ) فرماتے ہیں۔

سالہا تو سنگ بودی دل خراش　　　آزموں را یک زمانے خاک باش

(برسوں تک تو سخت پتھر بنا تارہا آزمائش کے لئے کچھ روز خاک ہو کر بھی دیکھ)

ان رسمی تدابیر کو چھوڑو، برسوں کر کے دیکھ لیں خاک نہ ہوا، اب ذرا خاک میں سر رکھ کر بھی دیکھ لو حکمتِ یونانی کا نسخہ تو بہت زمانہ تک استعمال کر لیا اب حکمتِ ایمانی بھی استعمال کر کے دیکھ لو، انشاء اللہ تعالیٰ تمام امراض کافور ہو جائیں گے اور میں تدابیرِ ظاہرہ کا مخالف نہیں ہوں بشرطیکہ غیر مشروع (غیر شرعی) نہ ہوں شکایت تو اس کی ہے کہ تدابیرِ ظاہری کے اس قدر پیچھے کیوں پڑ گئے کہ حقیقت سے بھی دور جا پڑے اس لئے ضرورت ہے کہ اب طبِ ایمانی نسخہ

استعمال کرو (مولانا روم رحمہ اللہ) فرماتے ہیں۔

چند خوانی حکمت یونانیاں حکمت ایمانیاں راہم بخواں

(یونانیوں کی حکمت کب تک پڑھو گے ایمان والوں کی حکمت بھی پڑھ لو)

خلاصہ یہ ہے کہ طبیبِ جسمانی کی تدابیر پر تو عمل کر چکے اور اس کا نتیجہ بھی دیکھ چکے اب طبیبِ روحانی یعنی جناب رسولِ مقبول ﷺ کے فرمائے ہوئے نسخوں پر عمل کر کے دیکھو کیونکہ یہ مرض ان طبیبانِ ظاہری کی سمجھ سے باہر ہے تو ان کی تدبیر کیسے کافی ہوگی؟

اسی کی نظیر میں مولانا (روم رحمہ اللہ) فرماتے ہیں:

گفت ہر دارد کہ ایشان کردہ اند آن عمارت نیست ویران کردہ اند

بیخبر بودند از حالِ دروں استعیذاللہ ممایفترون

(مردِ غیبی نے کہا کہ جو دوا ان لوگوں نے کی ہے وہ مرض کو بڑھانے والی تھی۔ تندرست کرنے والی نہ تھی۔ وہ لوگ اندرونی حالت سے بے خبر تھے جو دوائیں وہ گھڑ رہے تھے ان سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں)

دیکھئے صحابہ کرام کی جمعیت (جماعت) کچھ ایسی زائد نہ تھی مادی اسباب پاس نہ تھے مگر طبیبِ روحانی کے نسخوں پر ان کا عمل تھا دیکھ لو کیا سے کیا کر کے دکھا گئے۔ یرموک (کی جنگ) میں جب اول روز لشکرِ اسلام کے مقابلہ میں جبلہ بن ایہم غسانی ساٹھ ہزار لشکر لے کر آیا ہے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ میں اول تیس آدمی پھر دوسروں کے کہنے سننے سے ساٹھ آدمی منتخب کر کے میدان میں لے گئے جبلہ یہ سمجھا کہ خالد بن ولید صلح کے لئے آئے ہیں وہ دیکھ کر ہنسا، حضرت خالد بن ولید نے اعلانِ جنگ کر دیا شام تک تلوار چلی، کفار کی ساٹھ ہزار جمعیت کو ہزیمت (شکست) ہوئی اور میدان چھوڑ کر بھاگے، صحابہ میں سے پانچ یا چھ تو شہید ہوئے اور پانچ گرفتار ہوئے جب لاشیں بھی نہیں ملیں، جب گرفتاری کا گمان ہوا تو چھ لاکھ کے لشکر میں جو باہان ارمنی کے زیرِ کمان تھا ان کے چھوڑانے کے لئے سو سپاہیوں کے ساتھ تشریف لے گئے اور باھان کی اطلاع و اجازت کے بعد جب آگے بڑھے تو تخت کے قریب دیبا و حریر (ریشم کے کپڑے) کا فرش تھا، حضرت خالد بن ولید نے ساتھیوں سے فرمایا کہ اس کو الٹ دو، باہان ارمنی نے کہا کہ میں نے تو آپ کی عزت کی اور حریر کا فرش بچھانے کا حکم دیا آپ نے اس کی کچھ قدر نہ کی آپ نے فرمایا کہ: والارض فرشنٰھا فنعم

الماھدون . خدا کا فرش تیرے فرش سے اچھا ہے، باہان ارمنی نے کہا کہ ہم اور تم بھائی بھائی ہو جائیں، حضرت خالد بن ولید نے فرمایا کہ اسلام قبول کر لے ہم اور تو بھائی بھائی ہو جائیں گے اور اگر اسلام قبول نہ کرے گا تو وہ دن مجھ کو قریب نظر آتا ہے تیری گردن میں رسی ہو گی اور لوگ کھینچ کر تجھ کو امیر المؤمنین کے سامنے کھڑا کریں گے یہ سن کر باہان ارمنی آگ ہو گیا اور حکم دیا کہ ان کو پکڑو حضرت خالد بن ولید نے تلوار کھینچ کر ساتھیوں کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تم بھی تیار ہو جاؤ اور اس کی جرّار کرّار (بھاری بھرکم اور خطرناک) فوج کی طرف نظر نہ کرو اور اس وقت آپس میں ایک دوسرے کو نہ دیکھو، اب انشاء اللہ آبِ کوثر پر ملاقات ہو گی بس باہان ڈھیلا ہو گیا اور کہنے لگا میں تو ہنستا تھا۔

تو یہ کیا چیز تھی؟ وہی حمیتِ مذہبی تھی۔ بس اعداءِ دین (دشمنانِ دین) تدابیر سے اس کو مٹانا چاہتے ہیں اور اس کا یہ اثر ہوا کہ اب خود لوگ اپنا مذہب چھوڑ دینے پر آمادہ ہیں'' (ملفوظات الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ جلد نمبر ۵ ص ۵۰ تا ۵۳ ملفوظ نمبر ۴۵)

✪ ''بدون (بغیر) حق جل علیٰ شانہٗ کو راضی کیے ہوئے اور مشروع تدابیر (شرعی طریقوں) کو اختیار کیے ہوئے مسلمانوں کو فلاح اور بہبود میسر ہونا محال (ناممکن) ہے اس کا صرف ایک ہی علاج ہے جو میں تم کو بتلا چکا ہوں کہ اللہ اور رسول کو راضی کرنے کی فکر اور مشروع تدابیر (شرعی طریقوں) کو اختیار کرو، اپنے دوست دشمن کو پہچانو، سلیقے اور طریقے سے کام کرو اور جو کام بھی کرو متحد ہو کر کرو، ہر مسلمان دوسرے مسلمان سے اپنے کو چھوٹا سمجھے اور یہ چھوٹا سمجھنا ہی صورت اتفاق کی ہے اور آج کل کی یہ ساری خرابیاں بڑے بننے کی ہیں اور یہ سب ضروری تفصیل ہے تدابیرِ مشروعہ (شرعی طریقوں) کی ان کو اختیار کرو پھر ان شاء اللہ تعالیٰ فتح اور نصرت تمہاری لونڈی غلام (کی طرح ماتحت) بن کر تمہارے ساتھ ہو گی کیا تم نے اپنے سلف (بڑوں) کے کارنامے نہیں سنے کہ مادیات کا ان کے پاس نام و نشان نہ تھا ہر طرح کی بے سروسامانی تھی مگر بڑے بڑے قیصر و کسریٰ اور بڑی بڑی جماعتیں منظّم غیر مسلم اقوام کی ان سے لرزاں اور ترساں (خائف) تھیں آخر کیا چیز ان کے پاس تھی؟ وہ صرف ایک ہی چیز تھی جس کا نام تعلق مع اللہ ہے اُن کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحیح تعلق تھا بس سب اس کی برکت تھی ہمارے اندر اسی کی کمی ہے اس لئے ذلیل اور خوار ہیں حق تعالیٰ فہمِ سلیم عطا فرمائیں کہ صحیح طریق پر چلیں اور دارین کی فلاح پر فائز ہوں (ملفوظات الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ جلد نمبر ۵ ص ۱۱۴، ملفوظ نمبر ۱۱۶)

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۲۰، آیت نمبر ۲۵) مفتی محمد رضوان

مؤمنینِ صالحین کے لئے خوشخبری

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمہ: اور (اے محمد ﷺ) خوشخبری سنا دیجئے، آپ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور کام کئے اچھے، کہ بے شک ان کے واسطے جنتیں ہیں کہ چلتی ہوں گی ان کے نیچے سے نہریں، جب ملے گا ان کو وہاں کا کوئی پھل کھانے کو، تو ہر مرتبہ میں یہی کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ملا تھا ہم کو اس سے پہلے اور دیا بھی جائے گا ان کو دونوں مرتبہ پھل ملتا جلتا، اور ان کے واسطے ان جنتوں میں بیویاں ہوں گی پاک وصاف کی ہوئی، اور وہ لوگ ان جنتوں میں ہمیشہ رہیں سہیں گے ﴾

تفسیر وتشریح

اللہ تعالیٰ کی یہ مبارک عادت ہے کہ جب کبھی کافروں، باغیوں اور نافرمانوں اور ان کے عذاب اور تنبیہ کا ذکر فرماتے ہیں تو اس کے ساتھ ہی آگے پیچھے، ایمان والوں، فرمانبرداروں اور نیک لوگوں کے لئے خوشخبری، بشارت وغیرہ کا بھی ذکر فرماتے ہیں، تاکہ امید اور خوف سے مل کر ایک اعتدال کا راستہ اختیار کرلیا جائے۔

اپنی اس مبارک عادت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے جب گزشتہ آیات میں کافروں اور منافقوں کا ذکر فرمادیا، اس کے بعد مذکورہ آیت میں مؤمنین اور صالحین کا تذکرہ فرماتے ہیں۔

"وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ"

''اور (اے محمد ﷺ) خوشخبری سنا دیجئے، آپ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور کام کئے اچھے''

اللہ تعالیٰ نے یہ خوشخبری دو چیزوں کے نتیجہ میں بیان فرمائی ہے۔

(۱)......ایک ایمان (۲)......دوسرے عملِ صالح یعنی نیک عمل

ایمان کی حقیقت پہلے بیان کی جا چکی اور عملِ صالح اُسے کہتے ہیں جو خالص اللہ کے لئے ہو اور دِکھلاوے سے بالکل پاک صاف ہو۔

حضرت معاذ ابنِ جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عملِ صالح وہ عمل ہے جس میں چار چیزیں جمع ہوں۔

(۱)......علم (۲)......نیت (۳)......صبر (۴)......اخلاص (معارف القرآن ادریسی ج۱ص۱۰۳)

یہاں مؤمنین کو جنت کی خوشخبری اور بشارت دینے کے لئے ایمان کے ساتھ عملِ صالح کی بھی قید لگائی ہے، عملِ صالح کے بغیر تنہا ایمان انسان کو اس خوشخبری اور بشارت کا مستحق نہیں بناتا اور ایمان کے بغیر عملِ صالح کو وجود نہیں ملتا۔

اگر چہ صرف تنہا ایمان بھی جہنم میں ہمیشہ رہنے سے بچانے کا ذریعہ ہے، مؤمن کتنا بھی گناہ گار ہو کسی نہ کسی وقت میں وہ اپنی بداعمالیوں کی سزا پا کر جہنم سے نکالا جائے گا، اور کسی نہ کسی وقت جنت میں پہونچایا جائے گا، مگر جہنم کے عذاب سے بالکلیہ نجات کا عملِ صالح کے بغیر کوئی مستحق نہیں ہوتا (معارف القرآن عثمانی ج۱ بتغیر)

”اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ“

”یعنی بِلا شبہ ایمان اور نیک اعمال والوں کے لئے ایسی جنتیں ہیں کہ ان کے نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی“

جنت لغت میں باغ کو کہتے ہیں، اور شریعت کی زبان میں جنت ایک خاص مکان کا نام ہے جو آخرت میں نیک اور متقی لوگوں کو ہمیشہ کے لئے عطا کیا جائے گا۔

جس طرح جہنم اُس خاص مکان کا نام ہے جس میں کُفار کو ہمیشہ کے لئے اور گناہ گار مسلمانوں کو ایک خاص مدت کے لئے رکھا جائے گا۔

نیچے سے نہروں کا جاری ہونا جنت کی زینت اور جنت والوں کی راحت کے لئے ہوگا (معارف القرآن ادریسی ج۱ص۱۰۳ بتغیر)

”كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِىْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا“

''یعنی جب جنت والوں کو جنت میں کوئی پھل کھانے کے لئے پیش ہوگا، تو ہر مرتبہ جنتی لوگ یہی کہیں گے کہ یہ تو وہی پھل ہے جو ہمیں اس سے پہلے ملا تھا اور جنتیوں کو دونوں مرتبہ ملتا جلتا پھل دیا جائے گا''

یہ پھل دیکھنے میں تو پہلے کی طرح اور اس کا ہم رنگ ہوگا، مگر ذائقہ مختلف ہوگا، یعنی جنت میں یکے بعد دیگرے ملنے والے میوے شکل اور صورت میں ایک دوسرے کی طرح کے ہوں گے مگر لذّت، مزے اور ذائقہ میں ایک دوسرے سے بالکل جدا اور مختلف ہوں گے، جنت والے کھانے سے پہلے ان پھلوں کو دیکھ کر یہ کہیں گے کہ یہ تو پہلے والا ہی پھل ہے لیکن جب چکھیں گے تو مزہ اور ہی پائیں گے (معارف القرآن ادریسی ج ا ص ۱۰۴ بتغیر)

بعض حضرات نے فرمایا کہ پھلوں کے ایک دوسرے کی طرح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جنت کے پھل صورت شکل میں دنیا کے پھلوں کی طرح ہوں گے، جب جنتیوں کو پھل ملیں گے تو وہ کہیں گے کہ یہ تو وہی پھل ہیں جو دنیا میں ہمیں مِلا کرتے تھے۔

لیکن ذائقہ اور لذت میں دنیا کے پھلوں سے اُن کی کوئی نسبت نہ ہوگی، جنت کے پھلوں کا حقیقی ذائقہ اور لذت تو کھانے سے ہی معلوم ہوگی، لہٰذا جنت کے پھل دنیا کے پھلوں کی طرح صرف ناموں کے اعتبار سے ہوں گے، ذائقہ اور لذت کے اعتبار سے نہیں (معارف القرآن عثمانی ج ا ص ۱۶۵ بتغیر)

جنت مادی و روحانی دونوں ہی قسم کی نعمتوں، راحتوں اور لذتوں کا مجموعہ ہوگی، جسمانی و روحانی ہر قسم کی حقیقی نعمتیں جنت میں عطا کی جائیں گی۔

یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ انسان کے لئے دنیا میں تو کھانا پینا ایک طبعی اور زندگی کو باقی رکھنے کے اعتبار سے ضرورت کی چیز ہے لیکن جنت میں کھانا پینا زندگی باقی رکھنے کے لئے نہیں ہوگا بلکہ جنتیوں کا کھانا پینا لذت حاصل کرنے کے لئے ہوگا (تفسیرِ ماجدی حصہ اول ص ۸۳)

''وَلَهُمْ فِيهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ''

''اور ان کے واسطے ان جنتوں میں بیویاں ہوں گی پاک وصاف کی ہوئی''

مطلب یہ ہے کہ ان کی جنتی بیویاں دنیا کی ہر قسم کی ظاہری اور باطنی گندگی سے پاک ہوں گی۔

ظاہری گندگی سے تو اس طرح کہ پیشاب پاخانہ، حیض و نفاس، منی، بلغم، تھوک، میل کچیل اور ہر ایسی چیز

سے پاک ہوں گی جس سے انسان کو نفرت ہوتی ہے۔
اور باطنی گندگی سے اس طرح کہ بداخلاقی، کج خُلقی، کج فہمی، بے وفائی، نافرمانی اور دوسرے عیبوں سے پاک ہوں گی (معارف القرآن عثمانی ج ا ص ۱۶۵ اوادریسی ج ا ص ۱۰۴ بتغیر)

"وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ"

"اور جنتی لوگ ان جنتوں میں ہمیشہ رہیں سہیں گے"

مطلب یہ ہے کہ جنت اور اس کی نعمتیں اور جنت میں رہنے والے کبھی بھی دنیا کی طرح ختم اور فنا نہیں ہوں گے۔
نعمت کتنی ہی عظیم اور کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو مگر اس کے ختم اور فنا ہونے کا ڈر اس نعمت کو مکدّر کر دیتا ہے، دنیا کی نعمتوں میں کدورت ملی ہوئی ہے، خوشی کے ساتھ رنج ہے، صحت وتندرستی کے ساتھ بیماری ومرض ہے، جوانی کے ساتھ بڑھاپا ہے، مال اور عہدوں کے ساتھ عداوت، دشمنی اور حسد ہے اور زندگی کے ساتھ موت ہے اور سب سے آخری بات یہ ہے کہ یہ سب نعمتیں فانی ہیں۔
اس لیے فرمایا کہ جنت کی نعمتوں کو دنیا کی آنی فانی نعمتوں کی طرح نہ سمجھو جن کے فنا یا ختم ہو جانے کا ہر وقت خطرہ لگا رہتا ہے بلکہ جنت کی نعمتیں ابدی اور دائمی ہیں اور جنتی ان نعمتوں میں ہمیشہ ہمیشہ اور خوش وخرم رہیں گے (معارف القرآن عثمانی ج ا ص ۱۶۵ اوادریسی ج ا ص ۱۰۴ بتغیر)
لذت اور راحت کا دارومدار تین چیزوں پر ہوا کرتا ہے۔

(۱)......عمدہ مکان (۲)......لذیذ کھانے (۳)......حسین جمیل عورتیں

اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کے لئے ان تینوں طرح کی لذتوں اور راحتوں والی نعمتوں کا انتظام فرمایا، چنانچہ
لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ کے الفاظ سے عمدہ مکان کا بیان فرمایا، اور
كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا الخ کے الفاظ سے لذیز کھانوں کا ذکر فرمایا، اور
وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ کے الفاظ سے حسین جمیل عورتوں کا تذکرہ فرمایا۔
اور مزید براں هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ کے الفاظ سے ان سب نعمتوں کی لذت وراحت کو دوبالا فرما دیا (معارف القرآن ادریسی ج ا ص ۱۰۴ بتغیر)

درسِ حدیث

مفتی محمد یونس

احادیث مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

نیک صحبت کی ضرورت واہمیت

عَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ کَحَامِلِ الْمِسْکِ وَنَافِخِ الْکِیْرِ فَحَامِلُ الْمِسْکِ اِمَّا اَنْ یُّحْذِیَکَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَا عَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِیْحاً طَیِّبَةً وَنَافِخُ الْکِیْرِ اِمَّا اَنْ یُّحْرِقَ ثِیَابَکَ وَاِمَّااَنْ تَجِدَمِنْهُ رِیْحاً خَبِیْثَةً مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ (مشکوٰۃ ص ۴۲۶ بحوالہ بخاری مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ اچھے اور برے ہمنشیں کی مثال مُشک رکھنے والے (یعنی عطار) اور دھونکنی دھونکنے والے (یعنی بھٹی جلانے والا جیسے لوہار) کی سی ہے، مشک رکھنے والا یاتو تمہیں مشک مفت دے دے گا، اور یاتم اس سے خریدلوگے اور یااس سے عمدہ خوشبو پالوگے، اور دھونکنی دھونکنے والا یاتو تمہارے کپڑوں کوجلادے گااور یاتمہیں اس سے دھواں پہنچے گا (بخاری مسلم ازمشکوٰۃ ص۴۲۶)

تشریح: مذکورہ حدیث شریف میں ایک آسان اورعام فہم مثال کے ذریعے نیک صحبت کے فوائداور بری صحبت کے نقصانات کوسمجھایا گیاہے، شرح اس کی یہ ہے کہ جس طرح عطرفروش کے پاس اٹھنے بیٹھنے والا خوشبو سے محروم نہیں رہتا بلکہ خریداری یاتحفے کی شکل میں یاکم ازکم درجے میں بغیرکسی معاملہ کے فقط پاس بیٹھنے کی وجہ سے خوشبو سے اپنے دل ودماغ کو معطر رکھنے کا فائدہ حاصل کرسکتاہے، اسی طرح نیک اوردیندارشخص کی صحبت میں اٹھنے بیٹھنے والا اس سے دین کی بات پوچھ کریااس کی طرف سے وعظ ونصیحت کوسن کریاکم ازکم اس کے پاس بیٹھنے کی وجہ سے ثواب حاصل کرسکتاہے اورگناہوں سے بچ سکتاہے، اسی طرح لوہارکے پاس اٹھنے بیٹھنے سے یاتوانسان کے کپڑے لوہارکی بھٹی سے اڑنے والی چنگاریوں کی وجہ سے جل جاتے ہیں اوریاکم ازکم لوہارکے پاس بیٹھنے سے انسان دھوئیں سے آلودہ ہوجاتاہے، بلکہ سانس کے ذریعے دھواں اندرتک سرایت کرجاتاہے، ایسے ہی برے شخص کی صحبت میں بیٹھنے کی وجہ سے اس کی برائی کے چھینٹے اس پربھی پڑیں گے یاکم ازکم پاس بیٹھنے کی وجہ سے گناہ کا دھواں تواسے ضرور پہنچے گا، مثلاً اس نے کسی کی غیبت کی توپاس بیٹھنے والا غیبت سننے کے گناہ میں مبتلا ہوگایاکم ازکم اس کے پاس بیٹھنے

اورمختلف بداعمالیوں میں اسے مبتلا دیکھنے کی وجہ سے پاس بیٹھنے والے کے دل سے گناہوں کی نفرت اور برائی نکل جائے گی اور یہ بڑی خطرناک بات ہے۔ دراصل یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ نہ چاہتے ہوئے بھی انسان پر ماحول اورصحبت کے بڑے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں انسان جس کی صحبت میں رہتا ہے اس کی عادات رفتہ رفتہ غیرشعوری طور پر خود بخود اس میں منتقل ہونا شروع ہوجاتی ہیں حتی کہ یہ دوسرا شخص پہلے کا مزاج شناس بن جاتا ہے، پھر اسے یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ فلاں بات سے اس کوخوشی وراحت ہوگی اور فلاں بات سے اسے دکھ اور تکلیف ہوگی، صحابۂ کرام کوصحابہ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ انہیں رسول اللہ ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی اور صحابہ کا مقام ومرتبہ بھی ساری امت کے تمام بڑے بڑے فقہاء ومجتہدین، محدثین ومفسرین، ائمہ واولیاء، غوث، قطب، عابد وزاہد حضرات سے اسی لئے افضل واعلیٰ ہے کیونکہ صحابۂ کرام آنحضرت ﷺ کے پاس اٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے آپ ﷺ کے مزاج شناس ہوگئے تھے، اور یہ صرف نظریاتی واعتقادی بات ہی نہیں بلکہ ایک ٹھوس حقیقت ہے جس کا اور بھی متعدد احادیث سے پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ:

''دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسا کہ لوہے کو پانی لگنے سے زنگ لگتا ہے، پوچھا گیا کہ حضور ان کی صفائی کی کیا صورت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ موت کو اکثر یاد کرنا اور قرآن پاک کی تلاوت کرنا (بیہقی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوہا بھی باوجود اپنی مضبوطی اور سختی کے غیرجنس (یعنی پانی) کی صحبت کی وجہ سے متاثر ہوکر زنگ آلودہ ہونا شروع ہوجاتا ہے جس کی اگر بروقت تلافی نہ کی جائے تو وہ رفتہ رفتہ ناقابلِ استعمال ہوجاتا ہے، اسی طرح انسان بھی اگر کسی برے کی صحبت میں رہے گا تو رفتہ رفتہ اس کا دل بھی گناہوں کے زنگ سے آلودہ ہوکر نیکی کی صلاحیت واستعداد کے اعتبار سے کمزور ہونا شروع ہوجائے گا، اس لئے اس بات پر گہری نظر رکھنا چاہئے کہ ہمارا اُٹھنا بیٹھنا کیسے لوگوں کے ساتھ ہے، اسی لئے ایک حدیث شریف میں خصوصیت کے ساتھ یہ ہدایت کی گئی ہے کہ مومن کے علاوہ کسی (کافرمشرک وغیرہ) کو اپنا ہمنشیں اور دوست نہ بناؤ (مطلب یہ ہے کہ نیکوکار مسلمان کے علاوہ کسی فاسق وبدکار سے دوستی مت کرو، اس مطلب کا قرینہ وہ جملہ ہے جو آگے فرمایا ہے کہ) تمہارا کھانا پینا پرہیزگار ونیکوکار کے علاوہ کوئی کھانے نہ پائے (ترمذی، ابوداؤد، دارمی) اس حدیث پاک میں آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو دشمنانِ دین اور بدکارلوگوں کے ساتھ صحبت وہمنشینی اور ہم پیالہ وہم نوالہ ہونے سے اس لئے منع فرمایا ہے تاکہ ان سے الفت ومحبت قائم ہونے کا سبب پیدا نہ ہو اور ان کی صحبت وہم نشینی کی وجہ سے ﴿بقیہ صفحہ ۲۱ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

بارش کی کمی کے حل کی تین حقیقی تدبیریں

وقتاً فوقتاً بارش، پانی اور فصل کی پیداوار کی قلّت کی شکایت ہوتی رہتی ہے، آج کل بھی یہ شکایت ہے، اس سلسلہ میں عجیب غریب خبریں سُننے ودیکھنے کو مل رہی ہیں، حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے ایسے حالات میں اس شکایت کا حل بیان فرمایا ہے جو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

جن لوگوں کو ظاہر میں قحط (فصل اور پانی کی کمی) کی طرف سے فکر لگی ہوئی ہے ان میں یہ بات دیکھنے کی ہے کہ کیا صرف ان کی زبانوں پر اس کا ذکر ہی ہے یا کوئی تدبیر بھی کررہے ہیں اور اگر تدبیر کررہے ہیں تو واقع میں یہ تدبیر مفید ہے یا نہیں؟ اور اس کو تدبیر کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟ تو ان سب لوگوں کی حالت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اس میں دو غلطیاں کررہے ہیں، بعض تو ایسے ہیں کہ وہ کوئی تدبیر ہی نہیں کرتے اور نہ اس کو ضروری سمجھتے ہیں بلکہ جس طرح ان کی مجلس اور دنیا بھر کی باتوں کا تذکرہ ہوا کرتا ہے اسی طرح اس کا تذکرہ بھی ہوجاتا ہے ان کو اس کی خبر ہی نہیں کہ قحط نہ پڑنے (فصل اور پانی کی کمی نہ ہونے) کی کوئی تدبیر بھی ہے یا نہیں؟ اور بعض ایسے بھی ہیں کہ وہ تدبیر کو ضروری سمجھتے ہیں اور تدبیر بھی کرتے ہیں لیکن وہ تدبیر صحیح نہیں ہوتی اور ہزاروں میں دو چار آدمی ہی ایسے نکلیں گے جو صحیح تدبیر سمجھ سکتے ہوں اس لیے وہ بھی گویا بے تدبیری ہی کرتے ہیں (تسہیل المواعظ ج۲ ص ۵۱۷ وعظ خوش تدبیری)

ہر مصیبت سے آدمی اس وقت بچ سکتا ہے کہ جب اس مصیبت کا سبب دریافت کیا جائے پھر اس سبب کو دور کیا جائے، جب یہ بات سمجھ میں آ گئی تو اس موقع پر بھی اول بارش نہ ہونے کے اسباب دریافت کرنے چاہئیں اور پھر بارش نہ ہونے اور ہونے کے اسباب کو دور کیا جائے، سو بارش نہ ہونے کا ظاہری سبب تو گناہ ہے اور اصلی وحقیقی سبب خدا کی مشیت اور ارادہ ہے اور بارش ہونے کا ظاہری سبب تو طاعت اور عبادت ہے اور اصلی سبب خدا کی مشیت ہے۔ یہ سب باتیں قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔

تو تدبیر بارش ہونے کی یہ ہوئی کہ گناہوں کو بالکل چھوڑ دیں اور نیک کاموں کو پوری طرح اختیار کریں، یہ تو بارش ہونے کا سبب ظاہری ہے جس کا اختیار کرنا ضروری ہے اور ہمارے قبضہ میں بھی ہے، رہا حقیقی اور اصلی سبب جو کہ خدا تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ ہے تو یہ بات اگرچہ ہمارے قبضہ میں نہیں مگر اس کے حاصل کرنے کا بھی طریقہ بتلایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے دُعا کی جائے کہ اے اللہ آپ بارش عطا فرما دیجئے۔

وہ دُعا قبول فرما کر اپنی مشیت سے کام پورا فرما دیتے ہیں۔

تو حاصل (خلاصہ) ساری تدبیر اور دستورُ العمل کا تین عمل ہوئے۔

(۱)......ایک تو گناہ نہ کرنا کہ اس میں ہم لوگ بہت زیادہ مبتلا ہیں اور ستم یہ ہے کہ ایک نہیں دو نہیں، طرح طرح کے گناہ پوشیدہ اور علانیہ نہایت بے باکی سے کرتے ہیں اور اس پر طُرّہ یہ ہے کہ ہم اپنے کو بالکل پاک صاف سمجھتے ہیں جس سے توبہ کی بھی توفیق نہیں ہوتی اور گناہ بھی معاف نہیں ہوتے ....افسوس ہم لوگ رات دن گناہوں میں مبتلا ہیں لیکن ہم کو کبھی اس کا وہم بھی نہیں ہوتا کہ یہ قحط ہمارے اعمال کی شامت ہے (تسہیل المواعظ ج ۲ ص ۵۳۳، ۵۳۴ ملخصاً وعظ خوش تدبیری)

کیا ہم آنکھ، ناک، کان، ہاتھ، پیر کے گناہوں میں مبتلا نہیں ہیں؟

کیا ہمارے ذمہ دوسروں کے گناہ نہیں ہیں؟

کیا ہم میں سے بہت لوگوں نے دوسروں کی زمین نہیں دبا رکھی؟

کیا بہت سے لوگ موروثی زمین نہیں دبائے بیٹھے؟

کیا ہم میں زنا کاری نہیں؟ یا رشوت ستانی وسود خوری نہیں؟

باوجود اس کے پھر ہم میں سے بعضے لوگ بارش نہ ہونے پر یا کسی دوسری بلا آنے پر تعجب کیا کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ خدا جانے ہم کس گناہ میں پکڑے گئے؟

صاحبو! آپ کو تو اس پر تعجب ہونا چاہئے کہ ہم کو جو دونوں وقت روٹی دی جاتی ہے یہ کونسی طاعت (نیکی) سے مل جاتی ہے، اس واسطے کہ باغیوں کو تو روٹی نہیں ملا کرتی اور رات دن نافرمانی کرنا، یہ بغاوت نہیں تو اور کیا ہے؟

تو تعجب مصیبت نہ آنے پر کرنا چاہئے نہ کہ مصیبت آنے پر، غرض ایک تدبیر تو یہ ہے کہ یہ سارے گناہ چھوڑ دو اور صدقِ (سچے) دل سے توبہ کرلو۔

(۲)......اور دوسری تدبیر یہ ہے کہ نیک کاموں کو اختیار کرو۔

جن لوگوں کے ذمہ زکاۃ واجب ہے وہ زکاۃ دیں۔

جن پر حج فرض ہے وہ حج کریں۔اور پختہ قصد کرلیں کہ انشاءاللہ عید کے اگلے دن یا جب تک جہاز ملنے (اور آج کل حج کا ویزا ملنے) کی توقع ہو اس دن ضرور حج کو جائیں گے، بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ سالہا سال سے ان کا ارادہ حج کا ہے لیکن آج تک پورا ہی نہیں ہوا، ہمیشہ کوئی نہ کوئی بہانہ ان کو لگا رہتا ہے، ہر سال ارادہ کرتے ہیں لیکن پورا نہیں ہوتا۔

(۳)......اور تیسری تدبیر یہ ہے کہ دُعا کریں لیکن دُعا کا یہ طریقہ نہیں کہ جماعت میں سے کسی ایک نے پکار دیا کہ بارش کے لئے دُعا کرو، اور دوسرے نے کہہ دیا کہ اے اللہ! بارانِ رحمت نازل فرمادیجئے۔

حالانکہ نہ دِل میں درد ہے، نہ قلب کو توجہ ہے، بلکہ درد کے ساتھ خوب دل لگا کر دُعا کرو اور اگر درد اپنے اختیار میں نہیں ہے تو دل لگا کر توجہ کے ساتھ دُعا کرنا تو اپنے اختیار میں ہے، اور کم سے کم اتنی توجہ تو ہو جتنی حُکام سے التجا کرتے وقت ہوا کرتی ہے۔

صاحبو! جو دُعا توجہ کے ساتھ کی جاتی ہے وہ اکثر قبول ہوتی ہے اور یہ میں احتیاطاً کہہ رہا ہوں ورنہ ایسی دُعائیں سب ہی قبول ہوتی ہیں۔

اب اس دُعا کی تین صورتیں ہیں۔

ایک تو یہ کہ ہر نماز کے بعد دُعا کرے۔

دوسرے یہ کہ علاوہ فرض نمازوں کے ہر شخص کچھ نفلیں پڑھ کر دُعا کیا کرے۔

تیسرے یہ کہ سب مل کر کسی جنگل میں جمع ہوں اور وہاں جا کر خدا تعالیٰ سے دُعا کریں۔

ان تینوں میں سے جو آسان معلوم ہو اس کو کرلیں۔

پس اصل تدبیر بارش کی یہ ہے، نہ وہ کہ جو لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ رکھی ہے، خدا تعالیٰ کے کلام سے یہ سب تدبیریں معلوم ہوتی ہیں (تسہیل المواعظ ج۲ ص ۵۳۶، ۵۳۷ وعظ خوش تدبیری)

بسلسلہ: تاریخی معلومات

مولوی طارق محمود/ مولوی سعید افضل

ماہ جمادی الاولیٰ: دوسری صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں

☐......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۱۳۰ھ**: میں ابو مسلم خراسانی نے مرو پر قبضہ کیا بنو عباس کی حکومت قائم کرنے والے محرک اعظم ابو ابرہیم کی طرف سے خراسان کے علاقے میں مقرر کردہ ایک عجمی نسل غلام زادہ جو بہت سے منفی صلاحیتوں سے لبریز ہونیکی وجہ سے دن بدن مذکورہ تحریک کو کامیاب تر بنانے میں مصروف عمل رہا خراسان میں چند عرب قبائل آباد تھے مگر حکومت میں سر برآوردہ ایک ہی قبیلہ بنو مضر تھا پس پردہ تمام قبائل بنو مضر سے خار رکھتے تھے کہ حاکم و بادشاہِ وقت مروان بن محمد بنو مضر کی بے جا حمایت کرتا تھا جس سے لازماً اسکے گورنروں کا بھی یہی وطیرہ تھا، اور خراسان کا گورنر تو تھا ہی مضری اس علاقہ میں ابو مسلم کا اصل ہدف بنو مضر کی طاقت کو عربوں کی باہمی رنجش و انتزاع میں ہوا دیکر ختم کر کے تمام عرب قبائل کو محرک اعظم کی ہدایات کے مطابق بالکلیہ والجزئیہ ختم کرنا تھا، یہاں کے گورنر کی دیگر عربوں کو عصبیت کی بنا پر اہمیت نہ دینے اور خاطر میں نہ لانے کی وجہ سے آپس کی سیاسی نوک جھونک خانہ جنگی کی صورت اختیار کر گئی۔ ابو مسلم عربوں کی اس خانہ جنگی میں پس پردہ مضریوں کی جمعیت توڑنے میں کوشاں رہا اپنی کوشش کامیاب ہو جانے کے بعد اس نے دیگر قبائل کے ساتھ مل کر بنو مضر کے خلاف جنگ کی جس سے بنو مضر کو شکست ہوئی اور گورنر نصر بن سیار بھاگ گیا اور ابو مسلم نے ۱۳۰ھ جمادی الاولی میں خراساں کے علاقے مرو پر قبضہ کر لیا اسکے بعد عربوں کا قتل عام شروع کروادیا (البدایہ والنہایہ ج ۱۰، تاریخ اسلام ۶۰۸/۲)

☐......**ماہِ جمادی الاولیٰ ۱۵۰ھ**: میں امام التفسیر مقاتل بن سلیمان رحمہ اللہ کا انتقال ہوا موصوف تفسیر میں امام ہوتے ہوئے اور مندرجہ ذیل مقام رکھتے ہوئے۔ بھی فقہیہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مقلد تھے ظاہر ہے یہ تقلید اندھا دھند نہیں ہوسکتی۔ اثرم کہتے ہیں کہ میں نے احمد سے مقاتل بن سلیمان کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا میں نے تفسیر میں ان سے بڑھ کر نہیں دیکھا۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ جیسے شخص سے جب کوئی انوکھی بات پوچھی جاتی تو وہ مقاتل بن سلیمان رحمہ اللہ تعالی کی طرف روانہ کردیتے، امام شافعی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ تمام لوگ تفسیر میں مقاتل بن سلیمان رحمہ اللہ کے عیال کی طرح ہیں (طبقات الحنابلہ ۶۸/۱، طبقات المحدثین ۱۷۹/۲، حلیۃ الاولیاء ۳۷/۷، الارشاد ۹۳۷/۳) سعید افضل

□ ...... **ماہِ جمادی الاولیٰ ۱۵۳ھ:** میں حضرت اسامہ اللیثی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص۳۹، البدایہ والنہایہ ج۱۰ ثم دخلت سنۃ ثلاث وخمسون ومائۃ)

□ ...... **ماہِ جمادی الاولیٰ ۱۵۵ھ:** میں حماد الراویۃ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص۳۹) آپ کو سابور بن المبارک بھی کہا جاتا ہے، آپ لغتِ عرب اور تاریخ کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے، آپ ہی نے ''سبع معلقات'' کو جمع کیا، آپ کو الراویۃ اس لئے کہا جاتا تھا کہ آپ بہت کثرت سے عربی اشعار روایت کرتے تھے، اسی وجہ سے آپ کا نام ''الراویۃ'' پڑ گیا تھا (البدایہ والنہایہ ج۱۰ ثم دخلت سنۃ خمس وخمسین ومائۃ، حماد الراویۃ)

□ ...... **ماہِ جمادی الاولیٰ ۱۶۷ھ:** میں بشار بن برد کو قتل کیا گیا (تقویمِ تاریخی ص۴۲) یہ عقیل کا غلام تھا، اور مادرزاد اندھا تھا، یہ اشعار کہا کرتا تھا، لیکن یہ زندیق تھا، عباسی خلیفہ مہدی چونکہ زندیقوں کا بہت سخت دشمن تھا، اس لئے اس نے اس کو قتل کرا دیا تھا (البدایہ والنہایہ ج۱۰ ثم دخلت سنۃ سبع وسبعین ومائۃ)

□ ...... **ماہِ جمادی الاولیٰ ۱۶۸ھ:** میں عیسیٰ بن موسیٰ عباسی کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص۴۲) عیسیٰ عباسی خلیفہ محمد مہدی کے بعد ولی عہد تھا، کوفہ میں وفات ہوئی (البدایہ والنہایہ ج۱۰ ثم دخلت سنۃ سبع وستین ومائۃ میں سنِ وفات ۱۶۷ھ درج ہے)

□ ...... **ماہِ جمادی الاولیٰ ۱۸۳ھ:** میں قاضی ابراہیم المدنی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص۴۶)

طارق محمود

﴿بقیہ صفحہ متعلقہ ۱۶ ''درسِ حدیث''﴾ کفر وشرک اور بدکاری و برائی کے جراثیم ساتھ بیٹھنے والوں میں سرایت نہ کریں ایک اور حدیث میں ضابطے کے طور پر ارشاد ہے:

انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے (یعنی جو شخص کسی کو دلی دوست بناتا ہے تو عام طور پر اس کے عقائد ونظریات اور اس کے عادات واطوار کو قبول واختیار کرتا ہے) لہٰذا یہ ضروری ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی کو دوست بنائے تو دیکھ لے کہ کس کو دوست بنا رہا ہے (احمد، ترمذی، ابوداؤد، بیہقی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیک شخص سے دوستی لگانے کی وجہ سے انسان نیک بنتا ہے اور برے شخص سے دوستی لگانے کی وجہ سے انسان برا بنتا ہے، چنانچہ مشہور ہے ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند   صحبت طالح ترا طالح کند

(نیک کی صحبت تجھے نیک کر دے گی اور برے کی صحبت تجھے برا کر دے گی) واللہ الموفّق

مقالات ومضامین ترتیب: مفتی محمد رضوان

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہم (قسط ۲)

والد ماجد

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کے والد ماجد مرحوم ومغفور کا نام محمد مسعود علی خان تھا آپ سرکاری ملازم تھے آخر میں ریٹائرڈ ہو گئے تھے اور کراچی میں رہائش پذیر تھے۔طویل علالت کے بعد پنج شنبہ ۷رشوال ۱۳۹۷ھ کو وفات پائی۔

آپ کی وفات پر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے ماہنامہ بینات میں جو مضمون تحریر فرمایا تھا وہ بعینہٖ یہاں نقل کیا جاتا ہے:

''افسوس کہ ہمارے محترم کرم فرما جناب عشرت علی قیصر کے والد محترم جناب محمد مسعود علی صاحب طویل علالت کے بعد پنج شنبہ ۷رشوال ۹۷ھ کو واصل بحق ہوئے ، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ،مرحوم کی بعض صفات وکمالات دیکھ کر رشک آتا تھا کہ اس پُر آشوب دور میں قوتِ ایمان کے ایسے دل کش نمونے موجود ہیں۔حدیث بخاری شریف میں جن سات اشخاص کے بارے میں لسانِ نبوت سے یہ بشارت سنی تھی اور پڑھی تھی کہ سات اشخاص قیامت کے روز میدانِ حشر میں عرشِ عظیم کے سایہ تلے ہوں گے۔ان میں ایک شخص کے بارے میں یہ الفاظ ہیں ''وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ'' کہ ایک شخص وہ ہے جس کا دل ہر وقت مسجد میں رہتا ہے۔

پہلی مرتبہ اس کا مصداق مرحوم کو دیکھا کہ ہر وقت مسجد کی حاضری کی فکر دامنگیر رہتی تھی ، نماز پڑھ کر آتے ہی دوبارہ دوسری نماز کی فکر کا شدید تقاضا شروع ہو جاتا ، بیماری اور بے ہوشی کے عالم میں بھی مسجد جانے کی فکر اور تقاضا رہا۔اس آخر عمر میں مسجد بہت پہلے پہنچتے تھے،خود اذان واقامت کی خدمت انجام دیتے تھے،دوسری قابلِ غبطہ (اور قابلِ رشک) بات یہ دیکھی کہ ہر وقت زبان پر ذکر اللہ جاری رہتا،حدیثِ نبوی میں ہے'' لَاتَزَالُ لِسَانُکَ رَطْباً مِّنْ

ذِکْرِ اللّٰہِ ‘‘ کہ تمہاری زبان اللہ کی یاد سے ہر وقت تر وتازہ رہے‘‘ اس حدیث کا مصداق آپ کی ذاتِ گرامی کو دیکھا، حق تعالیٰ درجاتِ عالیہ جنۃُ الفردوس میں نصیب فرمائے اور بال بال مغفرت فرمائے اور اس جانکاہ حادثہ میں ہمارے کرم فرما قیصر صاحب کو اور ان کی بقیہ اولاد کو صبرِ جمیل اور اجرِ جزیل نصیب فرمائے اور تمام پسماندگان کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

آمین (ماہنامہ بینات ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ نومبر ۱۹۷۷ء جلد ۳۱ شمارہ ۵، بصائر وعبر حصہ دوم ص ۱۷۱، مطبوعہ مکتبہ بنوریہ بنوری ٹاؤن، کراچی)

یہاں یہ بات لکھنا فائدے سے خالی نہ ہوگا کہ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کا اس مذکورہ شمارہ کے لئے یہ آخری مضمون تھا جو آپ نے اداریہ کے طور پر تحریر فرمایا تھا اور اس شمارہ کی اشاعت سے پہلے ہی ۳/ذیقعدہ ۱۷/اکتوبر دوشنبہ کو آپ رحلت فرما گئے تھے، اناللہ و انا الیہ راجعون

چنانچہ ماہنامہ بینات کے مذکورہ شمارے کے ابتداء ہی میں فہرست کے نیچے درجِ ذیل مضمون شائع ہوا تھا:

’’حضرت اقدس نے ۲۷ شوال کی شام کو بصائر وعبر تحریر فرما کر دیئے، ۲۸ شوال (13 اکتوبر) بروز پنجشنبہ صبح ۷ بجے کے طیارے سے اسلامی کونسل کے اجلاس میں شرکت کے لئے اسلام آباد تشریف لے گئے، وہاں یکم ذی قعدہ کو دل کا عارضہ ہوا، کمبائنڈ ملٹری ہسپتال راولپنڈی میں داخل کیا گیا، لیکن تقدیر غالب آئی اور ۳ ذیقعدہ 17 اکتوبر دوشنبہ کو صبح ۵ بجے عالمِ فانی سے رحلت فرما گئے‘‘

اس اعتبار سے یہ حضرت بنوری رحمہ اللہ کا آخری اداریہ بلکہ آخری مضمون تھا۔

حضرت نواب صاحب دامت برکاتہم کے والد ماجد رحمہ اللہ کے حق میں مذکورہ تحسینی وتوصیفی کلمات کا ایک عظیم محدث ومحقق کے قلم سے جاری ہونا یقیناً والد ماجد کو درجاتِ عالیہ وفاضلہ حاصل ہونے کی نشانی ہے۔

والدہ ماجدہ

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کی والدہ ماجدہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے دینداری میں خداداد صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے ۲۵/محرم ۱۴۰۶ھ بروز جمعہ کراچی میں انتقال فرمایا، وفات پر ماہنامہ بینات میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب شہید رحمہ اللہ اور حضرت

نواب صاحب دامت برکاتہم کا جو مشترکہ مضمون شائع ہوا تھا وہ یہاں بعینہٖ نقل کیا جاتا ہے، جس سے قارئین کو حضرت والا دامت برکاتہم کی والدہ ماجدہ کے ولیہ، صالحہ، کاملہ ہونے کا اندازہ ہوگا۔

''۲۵رمحرم الحرام ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۱را کتوبر ۱۹۸۵ء بروز جمعہ ہمارے مخدوم و معظم جناب نواب عشرت علی خان قیصر صاحب کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ مرحومہ کا بیعت و ارادت کا تعلق حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ سے تھا۔ تلاوت ونوافل، اورادواشغال، معمولات کی پابندی، اتباعِ سنت، دوامِ ذکر، جودوسخاوت اور دادودہش کی بناء پر ''رابعۂ دوراں'' کہلانے کی مستحق تھیں۔

اس ناکارہ کی جناب قیصر صاحب سے ملاقات ہوتی تو والدہ ماجدہ کی صحت کے بارے میں استفسار کرتا اور ان کی خدمت میں سلام ودعا کی درخواست کے لئے ضرور عرض کرتا۔

افسوس ہے کہ مرحومہ کے انتقال سے ان دعواتِ صالحہ کا سلسلہ منقطع ہوگیا، جناب قیصر صاحب زید مجدہم نے اس ناکارہ کی درخواست پر مرحومہ کے کچھ حالات قلمبند فرمائے ہیں جو موصوف ہی کے الفاظ میں ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں حق تعالیٰ شانہ مرحومہ کو رحمت ورضوان کے درجات عالیہ نصیب فرمائیں اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔

صالحہ والدہ کی کہانی صالح برخوردار کی زبانی

۲۵رمحرم ۱۴۰۶ھ بروز جمعہ (بندہ محمد قیصر کی والدہ ماجدہ نے) وفات پائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحئی صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ تقریباً ۹۳ سال اس دار فانی میں گذارے۔ تقسیمِ ہندوستان کے بعد وقتاً فوقتاً پاکستان والد مرحوم کے ہمراہ آتی رہیں لیکن گزشتہ گیارہ سال سے مستقل قیام کراچی میں تھا، علالت کا ایک طویل عرصہ گذرا۔ مختلف مہلک اور تکلیف دہ امراض کے شدائد میں مبتلا رہیں، بایں ہمہ صبر وشکر وتحمل کے ساتھ ہر تکلیف برداشت کی، جب بھی قلب کا انجائنا کا دورہ ہوتا تھا تو زبان سے ذکر اللہ جاری ہوجاتا تھا۔ وفات سے آٹھ سال قبل سیدھی ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی، ڈاکٹروں نے ہڈی کو میخ سے جوڑنے کے لئے آپریشن تجویز کیا لیکن باوجود شرعی رخصت کے عزیمت پر عمل کیا بوجہ

قوتِ ایمانی حجاب (شرعی پردہ) مانع تھا، فرماتی تھیں کہ بقیہ زندگی ٹوٹی ہوئی ٹانگ سے گذانا منظور ہے، لیکن ڈاکٹر کے سامنے جسم کا کھلنا کسی طرح منظور نہیں ہے۔ جب سے ہوش سنبھالا صوم وصلاۃ اور تلاوتِ قرآن کی پابند تھیں، تہجد کی نماز پر مداومت مثل فرض نماز کے تھی۔ آخر شب کی نفلیں کبھی ترک نہیں ہوئیں، حتیٰ کہ جس رات کو سر میں شدید ضرب آئی تہجد کی نیت سے اٹھی تھیں وضو کیا لوٹا ہاتھ میں تھا کہ گر پڑیں جب بستر پر لٹایا تو یہی دھن تھی کہ دو رکعت نفل پڑھوں گی لیکن صدمہ سے دماغ کی رگ پھٹ چکی تھی۔ آخری نماز عشاء کی پڑھی تھی اور صبح صادق سے قبل ہی بے ہوشی طاری ہوگئی۔ ڈھائی دن غشی کی حالت رہی البتہ دورانِ بے ہوشی ایک دن جب ان کے سرہانے کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت کا ورد ہو رہا تھا تو انہوں نے ایک دفعہ شہادت کی انگلی اٹھائی۔ یہ آخری عمل دیکھنے میں آیا۔

حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے بیعت تھیں۔ اور تقریباً ۱۵ سال اصلاحی تعلق رہا۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ اور ملفوظات کثرت سے زیر مطالعہ رہتے تھے۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے ایک سال قبل خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آفتاب غروب ہو رہا ہے۔ اسی طرح حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمہ اللہ پھولپوری کے بارہ میں ان کی وفات سے تین ماہ قبل علی گڑھ میں خواب دیکھا تھا کہ ماہتاب غروب ہو رہا ہے۔ مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے اپنی مرتب کردہ کتاب ''معرفتِ الٰہیہ'' میں ان خوابوں کو قلمبند کیا ہے۔ مرحومہ کا کشف آخری عمر میں بڑھ گیا تھا، بشاراتِ منامیہ (خواب میں بشارتیں) بھی بکثرت دیکھتی تھیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف بارہا نصیب ہوا۔ حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ (والدہ ماجدہ کے بارے میں) اپنی مجالس میں فرمایا کرتے تھے کہ کشف وکرامت والی بی بی ہیں۔

ہندوستان کے دورانِ قیام اپنی جائے رہائش پر بچیوں کو قرآن شریف اور بہشتی زیور مدت تک پڑھاتی رہیں، قرآن پاک کی تلاوت سے بے حد شغف تھا، ماہِ رمضان المبارک میں تین روز میں ایک قرآن شریف ختم کرنے کا معمول تھا۔ باوجود اس قدر بیماری، معذوری اور ضعیفی کے

ایک منزل روزانہ قرآن شریف کی تلاوت کرتی تھیں ۔ چھ سات روز میں ایک قرآن پاک ختم کر لیتی تھیں اور یہ معمول انتقال سے چند ہفتے قبل تک رہا، بعض دفعہ پوری پوری رات قرآن شریف کی تلاوت میں بسر ہوجاتی تھی ''آناء اللیل و النھار '' قرآن پاک کی معیت نصیب تھی جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ کلامِ الٰہی کے انوار وتجلیات اپنے گرد وپیش مشاہدہ کرتی تھیں ۔

فرمایا کرتی تھیں کہ جب بستر پر لیٹتی ہوں تو اپنے جسم کے چاروں طرف قرآن پاک کی آیات نہایت نفیس ومنور نقش نگار کے ساتھ متشکل دیکھتی ہوں، اس قدر کثرت سے نمودار ہوتی ہیں کہ مجھے بوجہ ادب اپنے پاؤں بستر پر سکیڑنے پڑتے ہیں ۔ کمرہ کے در و دیوار اور چھت آیاتِ کریمہ سے مزین ومنور ہوجاتے ہیں ۔ **ذالک فضل اللہ یو تیہ من یشاء** ۔

آنکھ کی بینائی بوجہ موتیابند کے نہایت کمزور ہوگئی تھی لیکن قرآن پاک کی تلاوت بغیر چشمہ کے کرتی تھیں ۔

الحمدللہ تین بار سعادتِ حج اور زیارتِ روضۂ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مشرف ہوئیں ۔ رمضان المبارک کا عمرہ بھی نصیب ہوا ۔ ماہِ صیام کی آمد کا بڑی بے تابی وشوق سے انتظار کرتی تھیں، باوجود نقاہت وعلالت کے گذشتہ ماہ رمضان المبارک میں سوائے پانچ چھ ایام کے تمام روزے رکھے ۔ یہ ان کی کرامت تھی کہ عزیمت پر عمل کی توفیق ہوجاتی تھی ۔ اپنی زکاۃ اور قربانی کا باقاعدہ حساب لکھواتی تھیں ۔ صدقہ وخیرات ماشاءاللہ دل کھول کر کرتی تھیں ۔ بارہا ان کی زبان سے یہ مصرعہ سنا ۔ ؎ پھر نکلنا گور سے ہاتھوں کا ممکن ہی نہیں

فرمایا کرتی تھیں کہ جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے اپنے ہاتھ سے دیجاؤں ۔ ان کی ایک بیوہ خادمہ جو گذشتہ تیس سال سے ان کی خدمت کرتی رہیں ۔ سفر ہو یا حضر ہر دم ان کو ساتھ رکھتی تھیں، جو خود کھاتیں اور پہنتیں وہی ان کو دیتی تھیں ۔ وہ خادمہ عارضۂ قلب میں مبتلا ہوکر چند روز کے لئے قلب کے ہسپتال میں داخل ہوئی تھیں ان کی عیادت کو تین بار بوجہ معذوری پہیوں والی کرسی پر بیٹھ کر ہسپتال تشریف لے گئیں ۔

غرضیکہ ہر طرح سے مساویانہ اور حسنِ سلوک کا برتاؤ رہتا تھا ۔

اپنے پیر ومرشد حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد حسن

صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی تعلق قائم کرلیا۔ ان کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع کرتی تھیں۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دورانِ علالت دارالعلوم کورنگی بغرضِ عیادت تشریف لے جاتی تھیں۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی مرحومہ پر جوخصوصی عنایت تھی اور توجہ تھی اس کا علم حضرت والا قدس سرہٗ کے اجل خلفاء کوتھا، اس نسبت سے یہ حضرات بھی مرحومہ کی عزت واحترام فرماتے تھے۔

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحیٰ صاحب دامت برکاتہم کے حق میں بہت دعائیں کیا کرتی تھیں، ان میں سے ایک دعا یہ بھی تھی کہ اے اللہ ان سے تیری مخلوق کو فائدہ پہنچ رہا ہے تو ان کو صحت وعافیت کے ساتھ تادیر زندہ وسلامت رکھ۔

انتقال سے دوتین روز قبل کئی بار حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالی (ورحمہ اللہ) کو یاد کیا۔

حضرت مولانا فقیر محمد صاحب دامت برکاتہم جب بھی کراچی تشریف لاتے اور مرحومہ کی عیادت کو جاتے تو حضرت مولانا دامت برکاتہم سے یہ دعا ضرور کراتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ حلاوتِ ایمان اورحسنِ خاتمہ نصیب (ایمان کی مٹھاس اوراچھاخاتمہ) کرے۔ سکرات موت آسان ہوجائے۔ چنانچہ الحمدللہ آخر وقت بہت اچھا ہوا، مرحومہ کی یہ تمنا عمر بھر رہی کہ جمعہ کے روز دنیا سے سفر آخرت کریں، اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ تمنا پوری فرمائی، جمعہ کی اذان کے وقت داعئ اجل کو لبیک کہا، دو گھنٹے کے اندر مرحومہ کے غسل وتجہیز وتکفین سے فراغت ہوئی، اورغروب آفتاب سے قبل تدفین انجام پائی۔

حدیث شریف میں جمعہ کی موت کی جو بشارت وارد ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اس کا مورد بنائے۔ کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور بلا پرسش وحساب مغفرت فرمائے۔ آمین (ماخوذ از ماہنامہ بینات، کراچی۔ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ مطابق دسمبر ۱۹۸۵ء)

والدہ ماجدہ کے ان قابلِ رشک حالات واوصاف ملاحظہ کرنے سے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی اس پیشینگوئی کی صداقت وسچائی ظاہر ہوتی ہے، جو حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے ملفوظات میں بیان فرمائی ہے کہ: ''ان کے یہاں کی مستورات تو اپنے وقت کی رابعہ بصریہ ہیں''

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلۂ ولایت کو تاقیامت جاری وساری رکھیں۔ (جاری ہے.........)

مقالات ومضامین

عبدالواحد قیصرانی

تقلید کی صورتیں

تقلید کی دوصورتیں ہیں (۱)......تقلیدِ مطلق (۲)......تقلید شخصی۔

(۱)......تقلیدِ مطلق

تقلیدِ مطلق یہ ہے کہ کسی خاص مجتہد اورصاحبِ مذہب امام کومتعین کئے بغیر مختلف مسائل میں مختلف حضرات کی تقلید کی جائے،یعنی اگرکسی ایک مسئلہ میں ایک عالم کا مسلک اختیار کیا ہے تو دوسرے مسئلہ میں کسی اور مجتہد کی رائے پرعمل کرلیا تو اسے تقلیدِ مطلق،تقلیدِ عام اور تقلیدِ غیر شخصی کہتے ہیں،ائمہ اربعہ کے فقہی مذہبوں کی تکمیل اور کامل تدوین سے پہلے قرآن وحدیث میں مہارت رکھنے والے علماء جوخود اجتہاد کے درجے تک نہ پہنچے ہوتے تھے ان کا طریقہ یہی تھا اوراس وقت اسی کا رواج تھا کہ درپیش مسئلہ کے متعلق کسی بھی عالم کی رائے اُن سے پوچھ کر(یعنی ان کی تقلید کرتے ہوئے)اس پرعمل کیا کرتے تھے،یعنی کسی متعین امام کی تقلید کی پابندی کے بجائے کبھی ایک فقیہہ اور مجتہد کے فتویٰ پرعمل کرلیا کبھی دوسرے کے،یا پھرسرِ دست جوفقیہہ میسر ہوتے ان سے پوچھ کرعمل کیا کرتے تھے،چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے لے کر مذاہبِ اربعہ کے ظاہر ہونے تک بہت سے لوگوں کا عمل یہ تھا کہ ان کو جوعلماء میسر ہوتے تو وہ ان کی تقلید کرلیا کرتے تھے اوراس پرکسی معتبر آدمی نے کبھی انکارنہیں کیا،اگر یہ غلط ہوتا تو لوگ اس پرضرورنکیر کرتے''
>
> (عقدالجید ص۳۳)

اصل واقعہ اورحقیقت جوکہ کسی بھی ادنیٰ سی دینی فہم وبصیرت رکھنے والے پربھی کسی طرح مخفی نہیں رہ سکتی وہ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کے مبارک دورمیں مسائلِ دینیہ حاصل کرنے اوران کے حل کرنے کی تین صورتیں ہوا کرتی تھیں(۱)...... پہلا طریقہ یہ ہوا کرتا تھا خود آنحضرت ﷺ کی ذاتِ گرامی موجود تھیں۔

(۲)......دوسرا طریقہ اجتہاد تھا(۳)......اورتیسرا طریقہ تقلید تھا۔

جو حضرات نبی علیہ السلام کے قریب تھے یا وہ لوگ کہ قرب و جوار میں رہنے کی بناء پر انہیں حضور ﷺ سے ملاقات کرنا اور رابطہ کرنا آسان تھا، تو ایسے حضرات نبی علیہ السلام سے مسئلہ معلوم کر کے اپنی دینی پیاس بجھاتے تھے لیکن وہ حضرات کہ جن کا نبی علیہ السلام سے رابطہ و ملاقات زمینی دوری اور مسافت کی بناء پر نہیں ہوسکتا تھا تو ایسے حضرات اگر خود میں اجتہاد کی صلاحیت رکھتے تھے تو وہ درپیش مسائل میں جب قرآن وسنت سے کوئی صراحت نہ پاتے تو قرآن وسنت کے بنیادی اصولوں یا نظائر کو سامنے رکھ کر اجتہاد کر لیا کرتے تھے اور وہ لوگ کہ جو اپنے اندر اجتہاد کی صلاحیت نہ پاتے یا پھر کسی بناء پر محض اپنے ہی اجتہاد پر عمل نہ کرنا چاہتے تھے تو ایسے حضرات کو جو کوئی معتبر عالم مل جاتا تو یہ ان سے مسئلہ پوچھ کر ان کی تحقیق کی پیروی کر لیا کرتے تھے۔ حضور ﷺ کے اس دارِ فانی سے رحلت فرمانے کے بعد نئے پیش آنے والے مسائل کو حل کرنے اور دینی و شرعی مسئلہ معلوم کرنے کی دو ہی صورتیں باقی رہ گئی تھیں، ایک اجتہاد اور دوسری تقلید، اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام پر ختمِ نبوت کے صدقے دینِ اسلام کی جامعیت و بقاء کے لئے خصوصی فضل کی بناء پر بے شمار مجتہد پیدا کئے، لیکن ابتداء میں کسی مجتہد کے اصول و قواعد جب تک مرتب نہیں ہوسکے تھے اور نہ ہی ان کے مسائلِ اجتہادیہ وغیرہ مدون و منضبط ہو کر امت میں جاری و ساری ہوسکے تھے، جس کی بناء پر اس وقت کسی خاص معین مجتہد کے تمام مسائلِ اجتہادیہ کا احاطہ کرنا اور ان کو حاصل کر کے عمل کرنا کوئی آسان کام نہ تھا، تو اس کا فطری تقاضا یہ نکلا کہ جسے اپنے قرب و جوار میں جو متبحر عالم میسر ہوا اور جو مجتہد ملا اس نے اپنی ضرورت کا مسئلہ ان سے معلوم کر کے ان کی اتباع و پیروی اختیار کر لی، کسی خاص صاحبِ مذہب اور مجتہد کی پابندی نہ تھی، اور خیر القرون ہونے کی بناء پر لوگوں کی طبعیتوں میں دین و تقویٰ کے غلبہ کی وجہ سے اس کی ضرورت بھی نہ تھی، اور نہ ہی یہ اس وقت بآسانی ممکن تھا چنانچہ ائمہ اربعہ کے مذہب کی تدوین تک یہ سلسلہ بلا چون و چرا اور بغیر کسی نکیر و تشدد کے جاری و ساری رہا

(۲)......تقلیدِ شخصی

اس کا مطلب یہ ہے کہ مسائلِ دینیہ پر عمل پیرا ہونے کے لئے کسی ایک مجتہد اور صاحبِ مذہب کو اختیار کیا جائے اور تمام مسائلِ اجتہادیہ میں اسی کا قول اختیار کیا جائے۔

جس کا مختصر سا پسِ منظر کچھ یوں ہے کہ دوسری صدی ہجری میں مجتہدین کے اصول و فروع کی تدوین اور ترتیب کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا، مجتہدینِ کرام کے قابلِ قدر اور مایہ ناز تلامذہ نے وقت کی ضرورت

اورمسئلہ کی نزاکت کومدِّنظر رکھتے ہوئے اپنے اساتذۂ کرام کے مذہب کی نظم بندی کے ساتھ اس کی اشاعت وترویج پر اپنی کوششیں صرف کرنا شروع کیں،تو دوسری صدی کے بعد اکثر لوگوں میں کسی ایک معیّن مذہب کی اقتداء اور تقلید کا سلسلہ شروع ہوا لیکن چونکہ اس وقت تک حضراتِ مجتہدین کے مذہب کے مجموعے اور فتاویٰ جات ہر جگہ مرتب ومدون انداز میں موجود نہ تھے اور نہ ہی یہ ہر شخص کو آسانی سے میسر وفراہم ہو کر ان کی دسترس میں تھے،اس لیے یہ فقہی بیاضات اور مجموعے جس کی دسترس میں نہ ہوتے تو وہ اب بھی حسبِ سابق ودستور تقلیدِ غیر شخصی پر ہی عامل رہے، نیز جو حضرات تقلیدِ شخصی پر عامل تھے تو وہ بھی محض ان چار مذاہب تک محدود نہ تھے بلکہ ان چار مذاہب کے علاوہ اور بھی بہت سے مجتہدین کے مذاہب اور ان کے متبع موجود تھے،تقلیدِ شخصی وغیر شخصی کی یہ ملی جلی مگر تقلیدِ شخصی کے غلبہ کی یہ کیفیت چوتھی صدی ہجری تک جاری رہی۔

حضرت شاہ محدث دھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دوسری صدی کے بعد لوگوں میں متعین مجتہدین کے مذاہب پر چلنے کا رِواج ظاہر ہوا،کسی غیر متعین مذہب پر نہ چلنے والوں کی تعداد بہت کم ہوگئی اور اس زمانے کے لحاظ سے یہی واجب تھا(الانصاف ص۵۲)

لیکن چوتھی صدی ہجری کے لگ بھگ زمانہ نبوت سے دوری کی بناء پر لوگوں میں جہاں دیانت وتقویٰ کی کمی آ گئی تھی تو مِن جانبِ اللہ تکوینی طور پر یہ صورت پیدا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ علیٰ صاحبھا الصلاۃ والسلام کو ائمۂ اربعہ کی کتابیں مرتب ومدوّن کر کے پورے عالمِ اسلام میں عام کرنے کی طرف راغب کر دیا،اس طرح یہ کتابیں اطرافِ عالم میں پھیل کر تلقی بالقبول حاصل کر گئیں،اور لوگ آسانی کے ساتھ اِن مذاہب پر عمل کرنے لگے،اور ان چاروں حضرات کے علاوہ دیگر مجتہدینِ کرام کے مذہب کے آثار جو چوتھی صدی ہجری سے پہلے متفرق ومنتشر صورت میں پائے جاتے تھے،رفتہ رفتہ مفقود ہوتے گئے ،یہاں تک کہ بس چاروں مذاہبِ حقّہ کے ماسوا کوئی اور مذہب اہلِ سنت والجماعت کا قابلِ ذکر درجے میں باقی نہ رہا اور نہ ہی اصولی واجتماعی سطح پر اجتھاد کی ضرورت رہی کیونکہ چاروں مذاہب والے فقہاء کرام نے قرآن وسنت کے بنیادی اصولوں کو نہایت باریک بینی سے منضبط ومنقح کر کے جمع کر لئے تھے،تو اب نئے پیش آمدہ مسائل کے حل کے لئے یہ اصول کافی وشافی تھے۔اور بلا شبہ اسی میں خیر وبھلائی تھی کیونکہ اگر کسی ایک معیّن امام کی تقلید کی پابندی نہ ہوتی تو ہر شخص اپنی منشاء اور اغراض وخواہشات کی بنیاد پر (نہ کہ

خداخوفی کے جذبے سے) اپنی پسند کے مسائل کا چُن چُن کر انتخاب کر کے ان پر عمل کیا کرتا اس طرح دین ہی کے نام پر پوری خواہش پرستی کا بازار گرم ہو جاتا اور دین ایک کھیل تماشا بن کر رہ جاتا۔

اس لیے اس خودرائی کے متعلق اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ عمل بالدین کے نام پر بے راہ روی اور نفس پرستی کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا، لہٰذا تقلیدِ شخصی ہی بے دینی اور الحاد کو روکنے کا واحد ذریعہ ہے اور وہ یہ کہ اپنے نفس کو کسی ایک ماہرِ شریعت مجتہد کی رائے اور فتویٰ پر عمل کرنے کا پابند کیا جائے۔

حضرت شاہ صاحب عقدالجید میں فرماتے ہیں کہ:

> جب ان چاروں (مذاہبِ فقہیہ) کے علاوہ دیگر مذاہبِ حقہ ناپید ہو گئے تو اب ان کی اتباع وپیروی کرنا سوادِ اعظم ہی کی اتباع کرنا ہے (عقدالجید ص۳۳)

حاصلِ کلام

الغرض یہ کہ چوتھی صدی ہجری کے بعد اھل السنۃ والجماعۃ کے چار فقہی مذاہب کے علاوہ دیگر تمام فقہی مذاہب ناپید ہو گئے اور بس انہیں چار کی تقلید اور پیروی کی جانے لگی، تو اب عقلاً دو ہی صورتیں سامنے رہ جاتی ہیں یا تو یہ کہ ہر کس وناکس دین کے بارے میں رائے زنی اور اپنی خودخیالی پر بھروسہ کرتے ہوئے دین کو مذاق اور تماشہ بنالے اور خواہشاتِ نفسانی کا دروازہ اپنے اوپر کھول دے (کہ جن کی نہ تو کوئی انتہا ہے اور نہ ہی یہ کسی ضابطے کی پابند ہوتی ہیں) یا پھر ائمہ اربعہ کے محفوظ، برحق اور قرآن وسنت کے سانچے میں ڈھلے ہوئے مذاہب میں سے کسی ایک کی تقلید کر کے اپنے دین کی حفاظت کا ذریعہ بنا کر بے راہ روی کے اندوہناک گڑھوں میں گرنے سے محفوظ رہیں، حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو ختمِ نبوۃ کے صدقے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی امت کو قیامت تک گمراہی سے بچانا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے غیبی نظام کے تحت مسلمانوں کے دلوں میں ائمہ اربعہ کی تقلید کا جذبہ پیدا فرمادیا اور ان کے مذاہبِ حقہ کی محبت امت کے سوادِ اعظم اہلِ سنت کے دلوں میں پیوست کر دی، تو یوں انکا دین وایمان اختلاف اور انتشار کے بھینٹ چڑھنے سے بحمداللہ محفوظ رہا، حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

> ائمہ اربعہ کے مذاہب کو اختیار کر لینا ایک ایسا راز ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اس امت کے علماء کے دلوں میں ڈال کر انہیں اس پر جمع کر دیا، خواہ وہ اس راز سے آشنا ہوں یا نہ ہوں (الانصاف)

(جاری ہے......)

Idara Ghufran

بسلسلہ : نبیوں کے سچے قصے

مولانا محمد امجد حسین

حضرت صالح علیہ السلام اور قومِ ثمود (قسط ۱۳)

بدشگونی کی تباہ کاریاں

بندہ تاریخ کا ایک ادنیٰ طالبعلم ہے اور قرآن مجید کے تفسیری علوم کے ایک شعبہ یعنی قوموں کے عروج وزوال کے تحت تاریخ وجغرافیہ کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات کے حصول اور قابلِ عبرت نکات کے حاصل کا حریص ہے (اللہ تعالیٰ اس حرص کو عبرت وموعظت کے لئے قبول فرمائیں) تاریخ کے ایک طالبعلم کی حیثیت سے قومِ ثمود اور حضرت صالح علیہ السلام کے بدشگونی کے متعلق مذکورہ مکالمہ اور پھر نبی علیہ السلام کی بدشگونی کے متعلق گذشتہ حدیث سے یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ قومِ ثمود سے لے کو جو کہ ایک عربی الاصل (عرب عاربہ) قوم تھی قریشِ مکہ (بلکہ نبی علیہ السلام کے زمانے کے پورے عرب معاشرے) تک ہزاروں سال کا دورانیہ ہے، لیکن تاریخ کے اس طول وطویل دورانئے میں توہم پرستی کی جو قدریں ثمودی معاشرے میں استوار تھیں نبی علیہ السلام کے زمانے تک اس کا تسلسل قائم نظر آتا ہے، نبی علیہ السلام اسی طِیَرَۃ کی تردید کرتے نظر آرہے ہیں جس کی ایک شکل ہزاروں سال پہلے ثمودیوں نے اپنے پاکباز ومعصوم نبی کے سرتھوپی تھی، بلکہ اس کو تھوڑی سی مزید وسعت دیں تو مصر کی فرعونی تہذیب بھی اسی توہم پرستی کے حمام کے ننگوں میں شامل ہے، اور قدیم زمانہ کی تاریخ کا تھوڑا سا اور واحاطہ کرلیا جائے تو عرب ومصر کیا، ساری دنیا کا ساری نوعِ انسانیت کا بین الاقوامی مسلک یہی توہم پرستی ہی نظر آتا ہے جیسا کہ ان کا مشترکہ دین ومذہب مظاہر پرستی اور اصنام پرستی تھا، اگرچہ اس شرک کی انواع واقسام میں علاقائی وجغرافیائی اور دیگر تاریخی ونفسیاتی اثرات کے تحت وہ باہم مختلف ہوں۔ [۱]

---

[۱] الا یہ کہ جہاں جہاں انبیاء علیہم السلام آتے رہے وہاں دینِ فطرت کی تعلیمات ان کے متبعین میں نئے سِرے سے زندہ ہوجاتیں لیکن عموماً ان انبیاء کرام کو کتنے متبعین ملے اور ان کی تعلیمات کے پورے اثرات معاشروں میں کس حد تک سرایت کرسکے اور کتنے دن صحیح معنوں میں باقی رہے بہت سے انبیاء کے جو حالات انسانوں کی طرف سے ان کی اتباع کئے جانے کے حوالے سے اسلامی واسرائیلی روایات سے سامنے آتے ہیں وہ کچھ زیادہ حوصلہ افزاء نہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسانوں میں جہاں کہیں بھی ہدایت وخداپرستی کا کوئی نقش نظر آتا ہے خواہ وہ کتنا ہی مسخ شدہ اور محرف ہو اس کی اصل کسی نبی اور ھادی کی تعلیم پر ہی جا پہنچتی ہے، مرورِ ایام سے انسانی خوش اعتقادیوں نے اس کو کیا سے کیا بنا دیا ہوتا ہے۔

خصوصاً ہندوستان کی توہم پرستی و بت پرستی تو اپنی بہت سے خصوصیتیں وامتیازات رکھتی تھی، اس کا نتیجہ کیا تھا؟ کہ ہزاروں سال میں انسانی معاشرے روحانی فلاح سے ہٹ کر خود مادی وکائناتی ترقی وارتقاء کا سفر بھی چیونٹی کی چال سے طے کرتے رہے۔

اسلام کے فیوضات اور عالمگیر اثرات

یہ اسلام کی دَین ہے کہ ہزاروں سال سے توہم پرستی کے چکر میں پھنسے انسانوں پر جب واضح کر دیا کہ تم کس دھوکے میں پڑے ہو یہ آسمان وزمین کے بڑے بڑے مظاہرِ قدرت تمہارے معبود یا تمہارے آگے کسی تقدیس وشرافت کے مقام کے حامل نہیں بلکہ خود تمہارے خادم اور تمہارے آگے مسخر ہیں، تو پھر وہی بت پرستی کا مارا ہوا اور توہم پرستی سے ہارا ہوا انسان جو کل تک سورج، چاند، تاروں کے گُن گاتا تھا، بیل، گائے اور شجر وحجر کے آگے ماتھا ٹیکتا اور ناک رگڑتا تھا اب ستاروں پر کمندیں پھینکنے لگا اور شمس وقمر کی تسخیر کے منصوبے باندھنے لگا، کہاں مظاہرِ قدرت کی تقدیس کی خام خیالی میں مبتلا تھا اور اب کہاں تسخیرِ کائنات کی بلند خیالی اس کے شوقِ پرواز کو مہمیز دے رہی ہے، اسلام کا جس طرح عملی زندگی کے احکام معاشرت ومعاملات اور عبادات میں ہر ہر حکم اور ہر ہر تعلیم انقلابی ہے اسی طرح عقائد ونظریات کے باب میں قرآن مجید کا ہر ہر اعلان کسی صورِ اسرافیل سے کم نہیں۔ لیکن یہ وہ صورِ اسرافیل نہیں جو زندگی کے ہنگاموں اور گہما گہمیوں کی بساط لپیٹ دے بلکہ یہ توہم پرستی اور مظاہرِ فطرت سے مرعوبیت کی شکار انسانیت میں بھرپور اور بامقصد زندگی گذارنے اور دنیا کے ساتھ آخرت کو بھی سنوارنے کا ولولہ پیدا کرنے والا ناقوس تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآنی منشور اور نبوی دستور کا ڈنکا بجاتے ہوئے جب نکلے اور مشرق ومغرب کے بحر وبر کو ایک کرتے ہوئے سب ویرانوں اور ایوانوں میں پہنچے تو قوموں کی قوموں کو جینے کا قرینہ آیا اور راہ بھٹکی انسانیت نے ہدایت کا خزینہ پایا، یہ زندگی سے ایسی بھرپور آواز تھی کہ مردے جی اٹھے۔ ؎

پھر ذرا مطرب اسی انداز سے جی اٹھے ہیں مردے تیری آواز سے

پھر محض سو دو سو سال میں روحانی ارتقاء کے پہلو بہ پہلو اہلِ اسلام نے مادی ارتقاء اور کائناتی تسخیر کا بھی اتنا سفر طے کیا کہ پچھلے ہزاروں سال میں بھی طے نہ ہو سکا تھا، فلکیات سے لے کر جغرافیہ وارضیات تک اور طب وادویہ سازی سے لے کر کیمیا گری تک کائناتی وطبعی قوتوں اور مادی وفلکیاتی عناصر واجرام کی تسخیر کا بازار گرم تھا، ذرا تاریخ کے اوراق تو پلٹ کر دیکھیں، چشمِ فلک نے نبی امی کی امت کے کیا کیا کارنامے

دیکھے ہیں، تاریخ کو یہ سب داستانیں ازبر ہیں، قرآن مجید نے کائناتی اشیاء کے متعلق تسخیر کی اصطلاح استعمال فرمائی ہے کہ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے مسخر کی ہیں، یہ کہنے کو تو ایک لفظ ہے جس کے ذریعے انسان پر اللہ تعالیٰ نے اپنا احسان جتلایا، ظاہری نظر تو اتنے معنیٰ پر قناعت کر کے صبر شکر کر بیٹھتی ہے لیکن دانایانِ راز نے اور ہر فرزانہ مزاج نے قرآن کے رمز واشارہ کو جان لیا کہ یہ تسخیر والی آیتیں تو انسانی عظمت کے آگے اجرام وعناصر اور نباتات وجمادات اور حیوانات کی دنیا کے سرنگوں ہونے کے راز اپنے اندر چھپائے ہوئے ہیں، تسخیر کے اعلان نے بتادیا کہ جن جن مخلوقات کو تم نے تقدیس کے لبادے اوڑھا کر مخدومیت ومعبودیت کے محراب میں بٹھایا ہے وہ تمہارے ہاتھوں عملِ جراحی سے گذرنے کے لئے صدیوں تک رہی ہیں۔

ہاں! تسخیر کے ساتھ تقدیس جمع نہیں ہوسکتی جو مسخر ہیں ان سے مقدس ہونے کا لبادہ نوچ پھینکو اور ان کے ذرے ذرے کو تجربے کی قربانگاہ پہ چڑھاؤ اور انسانی منفعت کے مقدس عمل کے لئے ان کو کام میں لاؤ، کہ یہی ان کا حقیقی مصرف ہے اور اس کی خبر ان کے اور ہمارے خالق نے تسخیر کے لفظ سے دی ہے۔

بدشگونی اور نیک فالی میں فرق

بدشگونی کی حقیقت اور انسانی سوسائٹی پر اس کے منفی اثرات اور اسلام کا اپنی تعلیمات کے ذریعے اس کو جڑ سے اکھاڑنے کے متعلق مذکورہ وضاحتوں کے بعد یہ بھی واضح رہے کہ نیک فالی کی اپنی حدود میں رہتے ہوئے اسلام نے حوصلہ افزائی کی ہے، خود آقائے دوجہاں حضور نبی کریم ﷺ ناموں سے اور غزوات کے موقعوں پر ٹھنڈی ہواؤں کے چلنے سے نیک فال لیتے تھے، بدشگونی کے مذموم وبرا ہونے کے بنیادی فلسفے کو سامنے رکھا جائے تو نیک فالی کے اچھے ہونے کی بات بآسانی سمجھ میں آجاتی ہے کیونکہ یہ اس کے الٹ ہے، بدشگونی اگر آدمی میں مایوسی، حوصلہ شکنی، کم ہمتی، بزدلی، نادیدہ اسباب سے مرعوبیت اور موہوم اندیشوں اور ظن وتخمین پر مبنی خرافات پر یقین واعتقاد پیدا کر کے اسے پست فطرت بناتی ہے تو نیک فال (جبکہ اس عمل کو آگے کسی تاثیر میں موثر بذاتہ نہ سمجھا جائے کیونکہ اس صورت میں یہ شرعی نیک فالی ہوگی ہی نہیں بلکہ ٹونا ٹوٹکا یا کوئی شرکیہ عمل بن جائے گا) اپنے مقصد اور کام کے لئے مزید حوصلہ، جوش، ولولہ، عزم، شوق، ہمت اور محنت کا جذبہ پیدا کرتی ہے، ظاہر ہے اس لحاظ سے جدوجہد کے میدان میں یہ نیک فالی ایک اہم نفسیاتی محرک اور معاون قرار پاتا ہے۔

(جاری ہے..........)

بسلسلہ: صحابہ کے سچے قصے

انیس احمد حنیف

صحابیٔ رسول حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ (قسط ا)

طلحہ بن عبید اللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے بیٹوں کے نام انبیاء کے نام پر رکھتے تھے حالانکہ وہ جانتے تھے کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں، میں اپنے بیٹوں کے نام شہداء کے نام پر رکھتا ہوں شاید اللہ انہیں شہید کرے ...... ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے، مدینہ کے سات مشہور فقہا میں شامل تابعی حضرت عروہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے حافظ حدیث حضرت ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دادا صحابیٔ رسول حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول اپنے والد سے نقل کیا ہے

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹوں میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جن کا نام غزوہ بدر میں شہید ہونے والے مہاجر صحابیٔ رسول حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر رکھا گیا تھا اور یہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حجاج کے ہاتھوں ۷۲ھ میں شہید ہو گئے ...... حضرت منذر بن زبیر کا نام اوائل ۴ھ میں اشاعت اسلام کی غرض سے نجد بھیجے جانے والی ستر (۷۰) قاریوں کی جماعت میں شامل صحابیٔ رسول حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر رکھا گیا جو اس پوری جماعت کے ساتھ بیر معونہ میں شہید کر دئے گئے تھے ...... حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کا نام اپنی ہی قوم کے ہاتھوں شہید ہونے والے صحابیٔ رسول حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر رکھا گیا ...... حضرت حمزہ بن زبیر کا نام سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر رکھا گیا ...... حضرت جعفر بن زبیر کا نام غزوہ موتہ میں شہید ہونے والے صحابیٔ رسول حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر رکھا گیا ...... حضرت مصعب بن زبیر کا نام غزوہ احد میں شہید ہونے والے علمبردار صحابیٔ رسول حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر رکھا گیا ...... حضرت عبیدہ بن زبیر کا نام غزوہ بدر میں زخمی ہو کر شہید ہونے والے صحابیٔ رسول حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر رکھا گیا ...... حضرت خالد بن زبیر کا نام حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں شہید ہونے والے صحابیٔ رسول حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر رکھا گیا ...... حضرت عمرو بن زبیر کا نام ۱۳ھ میں اجنادین میں شہید ہونے والے صحابیٔ رسول حضرت عمرو بن سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام

پر رکھا گیا۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کئی رشتے تھے والد کی طرف سے ان کا سلسلۂ نسب چھٹی پشت پر رسول اللہ ﷺ سے مل جاتا ہے یعنی زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب اور ادھر رسول اللہ ﷺ کا سلسلۂ نسب بھی محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب، اس طرح گویا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے بھائی ہوئے ...... رسول اللہ ﷺ کی چھ (٦) پھوپھیوں میں سے وہ واحد پھوپھی جو ایمان لائی تھیں یعنی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ہیں، یوں یہ نبی کریم ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی بھی ہیں ...... نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ ہالہ بنت وہب آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب کی ہمشیرہ تھیں یوں، حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم ﷺ کی خالہ زاد بہن ہوئیں اور اس رشتے سے رسول اللہ ﷺ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماموں ہوئے ...... حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد عوام بن خویلد ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی تھے اس طرح نبی کریم ﷺ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پھوپھا ہوئے ...... ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہمشیرہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر ہونے کے ناطے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ہم زلف بھی تھے...... حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل جنہوں نے نبی کریم ﷺ پر پہلی وحی نازل ہونے کے واقعہ کو سُن کر آپ ﷺ کی نبوت کی پیشین گوئی کی تھی وہ رشتے میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا تھے۔ یوں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کتنے ہی رشتے اور تعلقات تھے لیکن سب سے بڑا رشتہ اور تعلق یقیناً نبی اور اُمتی کا تعلق تھا محبوب اور محبّ کا رشتہ تھا۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کا فقہی کمال اس درجے کا تھا کہ بڑے بڑے صحابہ مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے اور وہ خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات سے چار پانچ سال پہلے ان کی تمام احادیث اپنے سینہ میں محفوظ کر لی تھیں وہی روایت کرتے ہیں کہ (میری دادی) حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (میرے والد) حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُن کے بچپن میں بہت مارا کرتی تھیں (اور سخت سے

سخت محنت ومشقت کا عادی بناتی تھیں) حالانکہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدان کے بچپن ہی میں فوت ہوگئے تھے (اوران کے چچا نوفل بن خویلد اب ان کے ولی تھے)، جب حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان کے اس سخت رویے کے بارے میں کہا گیا تو فرمانے لگیں کہ میں انہیں صرف اس لئے مارتی ہوں کہ وہ (عقلمند بنیں اور) جنگ کریں (تو دشمن کوشکست دیں) اور کامیاب لشکر کے سردار ہوں، یہی تربیت تھی کہ بچپن میں جب آپ مکہ مکرمہ ہی میں ایک شخص سے لڑے تو ایسی شدت سے لڑے کہ اُس کا ہاتھ توڑ دیا جب حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس اس شخص کو لایا گیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس سے مخاطب ہوئیں کہ تم نے زبیر کو کیا سمجھا تھا؟ کیا تم نے انہیں پنیر یا کھجور سمجھا تھا یا پر پھیلانے والا شکرہ (یعنی کیا انہیں بزدل پایا یا بہادر؟)......

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان لانے کے تقریباً چار یا پانچ دن بعد ہی اسلام قبول کرلیا تھا یعنی آپ سابقین اولین میں شامل ہیں ......کم سنی کے باوجود جانثاری اور فدائیت اس قدر غالب تھی کہ ایک مرتبہ جب کسی نے مشہور کردیا کہ نبی کریم ﷺ گرفتار کر لئے گئے تو یہ سن کر آپ برداشت نہ کر سکے اور برہنہ تلوار ہاتھ میں لئے نکل کھڑے ہوئے، نبی کریم ﷺ سے ملاقات ہوئی، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا تو عرض کیا میں نے سنا تھا کہ آپ ﷺ گرفتار کر لئے گئے ......آپ ﷺ نے فرمایا، تو تم کیا کرتے؟......عرض کیا میں اپنی تلوار سے اس آدمی کو مارتا جس نے آپ ﷺ کو پکڑا ہوتا، آپ ﷺ نے ان کو اور ان کی تلوار کو دعا دی...... یہ اسلام کی پہلی تلوار تھی جو اللہ کے راستے میں سونتی گئی......حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان لانے کے بعد وہی چچا جو آپ کا ولی اور سہارا تھا آپ پر ظلم کرنے لگا، چٹائی میں لپیٹ کر باندھ دیتا اور اس میں آگ لگا کر اس قدر دھونی دیتا کہ دم گھٹنے لگتا اور کہتا کہ کفر کی طرف واپس لوٹ آ، لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر بار یہی فرماتے کہ اب کبھی کافر نہیں ہوں گا...... کفار مکہ کی سختیوں اور اذیتوں سے تنگ آکر حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے پہلے قافلہ میں جس میں تقریباً گیارہ مرد اور چار خواتین تھیں حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے اس قافلہ کے امیر حضرت حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے یہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہی ہیں جنہیں بقیع کے قبرستان میں دفن ہونے والے سب سے پہلے صحابی کا اعزاز حاصل ہے ......

(جاری ہے......)

بسلسلہ اصلاحِ معاملہ مفتی منظور احمد صاحب (فیصل آباد)

آدابِ تجارت (قسط ۱۳)

(۲۴)......ناپسندیدہ تجارت سے بچنا

تجارت کی بہت سی صورتیں ایسی ہیں جو اگرچہ فی نفسہٖ جائز ہیں مگر ان میں کسی نہ کسی درجے میں انسان کسی برے کام کا سبب بن رہا ہوتا ہے، اس لئے شریعت نے ان صورتوں کو پسند نہیں کیا، اس لئے اگر آسانی سے یہ ہو سکے تو ان سے بچنا بھی ایک مسلمان تاجر کے لئے بہت مفید اور بے شمار برکتوں کا باعث بن سکتا ہے، امام غزالی رحمہ اللہ نے ان میں سے چند صورتیں ذکر کی ہیں، ایک تو ہر ایسا کام جس کا تعلق نقش ونگار اور دنیا کی ظاہری زیب وزینت سے ہے، دوسری کفن کی تجارت، کیونکہ اس میں تاجر لوگوں کی موت کا منتظر رہتا ہے، تیسرے دھوبی کا پیشہ کیونکہ اس میں انسان کے اندر قساوتِ قلب (دل کی سختی) پیدا ہوتی ہے، چوتھی پچھنے لگانا، جھاڑو دینا، کھالوں کی دباغت، کیونکہ ان میں انسان کا نجاست اور گندگی کے ساتھ تعلق رہتا ہے، جو کہ نظافت اور پاکیزگی کے خلاف ہے (احیاء العلوم ج۲ص ۸۵، الباب الخامس نفقۃ التاجر علی دینہ)

ایسے ہی بہت سی اشیاء ہیں جو جائز اور ناجائز دونوں مقاصد کے لئے استعمال ہو سکتی ہیں اس لئے ان کے جائز مقاصد میں استعمال ہو سکنے کی وجہ سے فی نفسہٖ ان کی تجارت جائز ہے، لیکن چونکہ ان کا اکثر استعمال ناجائز کاموں میں ہوتا ہے، اس لئے شرعاً ایسی چیزوں کی تجارت پسندیدہ نہیں، جیسے ریڈیو جو خبروں اور تبصروں اور دیگر جائز ومفید کاموں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور گانوں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، ٹی وی خبروں وغیرہ جائز امور میں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے اور ڈراموں اور فلموں اور ناچ گانوں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، کیمرا بے جان چیزوں کی تصویروں کے لئے بھی استعمال ہو سکتا ہے اور جاندار اشیاء کی ناجائز تصاویر کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے، اسی طرح وی سی آر وغیرہ اشیاء ہیں، مگر ان اشیاء کا معاشرے میں زیادہ تر استعمال ناجائز امور کے لئے ہوتا ہے اس کی وجہ سے ان کی تجارت سے احتراز بہتر ہے، تاکہ ناجائز کام میں دور کا سبب بننا بھی لازم نہ آئے۔

(۲۵)......مسجد میں تجارت اور خرید وفروخت سے بچنا

مسجد کا مقصد چونکہ محض اللہ تعالیٰ کا ذکر وعبادت ہے اور تجارت وخرید وفروخت دنیاوی امور سے متعلق ہے

جو اکثر انسان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر و عبادت سے غافل کرتی ہے، اس لئے مسجد میں تجارت کو شریعت نے پسند نہیں کیا، ایسا شخص حضور ﷺ کی نظر میں اتنا ناپسندیدہ ہے کہ آپ نے اپنی امت کو حکم دیا ہے کہ وہ ایسے شخص کے لئے بددعا کریں کہ اس کی تجارت میں اسے نفع نہ ہو، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب تم کسی شخص کو مسجد میں خرید وفروخت کرتے ہوئے دیکھو تو یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ تیری تجارت کو نفع بخش نہ بنائے'' (جامع ترمذی ج ا ص ۱۵۸، باب النہی عن البیع فی المسجد)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''چند باتیں ایسی ہیں جو مسجد میں پسندیدہ نہیں (۱) اسے راستہ نہ بنایا جائے (۲) اس میں اسلحہ نہ لہرایا جائے (۳) اس میں کمان نہ پکڑی جائے (۴) اس میں تیر نہ کھولا جائے (۵) اس میں کچا گوشت لے کر نہ گذرا جائے (۶) اس میں کوئی حد نہ جاری کی جائے (۷) اس میں کسی سے قصاص نہ لیا جائے (۸) اسے بازار نہ بنایا جائے'' (سنن ابنِ ماجہ ص ۵۴، ابواب المساجد، باب ما یکرہ فی المسجد)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ:

''حضور ﷺ نے مساجد میں خرید وفروخت اور (غلط) اشعار پڑھنے سے منع فرمایا'' (سنن ابنِ ماجہ ص ۵۴، ابواب المساجد، باب ما یکرہ فی المسجد)

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

''اپنی مساجد کو بچوں اور پاگل لوگوں، خرید وفروخت کرنے، آپس میں لڑنے جھگڑنے، آوازیں بلند کرنے، حدود قائم کرنے اور تلواریں سونتنے سے بچا کر رکھو'' (سنن ابنِ ماجہ ص ۵۴، ابواب المساجد، باب ما یکرہ فی المسجد)

مذکورہ احادیث سے واضح ہے کہ حضور ﷺ کی نظر میں مسجد کے اندر تجارت اور خرید وفروخت کتنی ناپسندیدہ چیز ہے اور اس میں بے برکتی اور نفع نہ ہونے کی آپ نے خود بددعاء فرمائی اور مسلمانوں کو اس کا حکم دیا، آج مسلمانوں میں دوسری خامیوں کی طرح یہ خامی بھی پائی جاتی ہے کہ ان کی خرید وفروخت اور تجارتی معاملات مساجد میں ہونے لگے ہیں خاص کر اعتکاف کے دنوں میں اس میں اضافہ ہو جاتا ہے، اگرچہ

فقہاء کے ہاں مسجد کے اندر بیع وشراء اس وقت ناجائز ہے جبکہ مسجد میں سامان لاکر بیع وشراء کی جائے اور بوقتِ ضرورت سامان حاضر کئے بغیر بیع وشراء کی گنجائش ہے لیکن پھر بھی یہ شرعاً ناپسندیدہ اور بے برکتی کا باعث ہے، تجارت کی کامیابی اور اس میں برکت پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس سے بھی مکمل طور پر اجتناب کیا جائے۔

(۲۶)......ایک دام میں خرید وفروخت کرنا

آج مسلمانوں کی تجارت میں جہاں اور بے شمار خامیاں اور بے اعتدالیاں پائی جاتی ہیں وہاں ایک اہم خرابی یہ ہے کہ بیچنے والا اپنی چیز کی دگنی تگنی قیمت لگاتا ہے تاکہ خریدار کم بھی کرے تو ایک خاص حد تک ہی کم کرے گا، بیچنے والا بھی بہت فائدے میں رہتا ہے اور خریدار گھاٹے میں، اور خریدار خریدتے وقت انتہائی کم قیمت لگاتا ہے تاکہ بیچنے والا قیمت بڑھانا بھی چاہے تو بڑی مشکل سے چیز کی اصل قیمت تک پہنچ پائے، اس کی وجہ سے ایک شریف اور سادہ لوح انسان جو زیادہ بھاؤ تاؤ اور تاجروں کی ہیرا پھیری سے واقف نہیں ہوتا اور منہ مانگی قیمت دے کر دھوکے کا شکار ہوجاتا ہے، اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔

چنانچہ بنوانمار سے تعلق رکھنے والی ایک صحابیہ حضرت قیلہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کے ایک عمرے کے موقع پر مروہ کے قریب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو میں نے عرض کیا:

> یارسول اللہ! میں خرید وفروخت کرتی ہوں جب کوئی چیز خریدنا چاہتی ہوں تو جو قیمت دینا چاہتی ہوں تو اس سے کم دام لگاتی ہوں، پھر آہستہ آہستہ قیمت میں اضافہ کرتی رہتی ہوں، یہاں تک کہ اس حد تک پہنچ جاتی ہوں جو دینا چاہتی ہوں، اور جب کوئی چیز بیچنا چاہتی ہوں تو جتنی قیمت میں بیچنا چاہتی ہوں اس سے زیادہ قیمت لگاتی ہوں پھر کمی کرتے کرتے وہاں تک پہنچ جاتی ہوں جس پر بیچنے کا ارادہ ہوتا ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے قیلہ! ایسے نہ کیا کرو، جب کوئی چیز خریدنا چاہو تو اس کا وہی دام لگاؤ جو تم دینا چاہتی ہو، خواہ اس میں وہ چیز تمہیں ملے یا نہ ملے، اور جب تم کوئی چیز بیچنا چاہو تو اس کی وہی قیمت لگاؤ جو لینا چاہتی ہو خواہ وہ قیمت تمہیں ملے یا نہ ملے (سنن ابنِ ماجہ ،ابواب التجارت باب السوم ص ۱۵۹)

بسلسلہ: سہل اور قیمتی نیکیاں

مولوی محمد ناصر

جمعہ کے لئے جلدی جانے کی فضیلت

ایک حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنِ اغْتَسَلَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فَکَأَنَّمَا قَرَّبَ بُدْنَةً وَمَنْ رَاحَ فِیْ السَّاعَةِ الثَّانِیَةِ فَکَأَنَّمَاقَرَّبَ بَقَرَةً وَمَنْ رَاحَ فِی السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَکَأَنَّمَا قَرَّبَ کَبْشًا أَقْرَنَ وَمَنْ رَاحَ فِی السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَکَأَنَّمَا قَرَّبَ دُجَاجَةً وَمَنْ رَاحَ فِی السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَکَأَنَّمَا قَرَّبَ بَیْضَةً فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلاَئِکَةُ یَسْتَمِعُوْنَ الذِّکْرَ (جمع الفوائد ج ۱ ص ۲۵۶ بحوالہ صحاح ستة)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن ایسا غسل کیا جیسے جنابت اور ناپاکی سے غسل کیا جاتا ہے (کیونکہ وہ بہت آداب کی رعایت رکھتے ہوئے اچھی طرح کیا جاتا ہے) پھر (وہ صبح سورج نکلنے کے بعد) سب سے پہلے جمعہ کے لئے چلاتو (اس کا اجرو ثواب) ایسا ہے جیسے ایک اونٹ اللہ تعالیٰ کے راستے میں صدقہ کیا اور جو دوسرے نمبر پر گیا (اس کا اجروثواب) ایسا ہے جیسا کہ اس نے (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) گائے صدقہ کی اور جو تیسرے نمبر پر گیا (وہ اجروثواب میں ایسا ہے) کہ جیسے اس نے سینگوں والا (اچھی نسل کا) مینڈھا (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) صدقہ کیا اور جو چوتھے نمبر پر گیا (وہ اجروثواب میں ایسا ہے) جیسا کہ اس نے (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) مرغی صدقہ میں دی اور جو پانچویں نمبر پر گیا (وہ ایسا ہے کہ جیسے) اس نے (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) ایک انڈا صدقہ میں دیا، پھر جب امام (خطبہ کے لئے) نکل آتا ہے تو (مسجد کے دروازہ پر بیٹھ کر آنے والوں کے نام لکھنے والے فرشتے مسجد کے اندر چلے جاتے ہیں اور خطبہ سننے لگتے ہیں (اور اپنے رجسٹر بند کردیتے ہیں) (صحاح ستہ)

فائدہ: ایک روایت میں بکری جیسا ثواب پانے کے بعد آنے والے کو بطخ جیسے ثواب ملنے کا ذکر ہے اور پھر اس کے بعد آنے والے کو مرغی جیسے ثواب ملنے کا ذکر ہے۔ ایک اور روایت میں مرغی جیسا ثواب

پانے کے بعد آنے والے کو چڑیا جیسے صدقہ کے ثواب کا ذکر ہے مگر اس میں بطخ کا ذکر نہیں۔ [1]

ایک تو جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے اس لیے سنت کی پیروی کی نیت سے غسل کرنا چاہئے، اس کے ساتھ اگر غسل کرنے میں یہ بھی نیت کر لی جائے کہ مجھ سے دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ ہو تو اس سے مسلمان کو راحت پہنچانے کا ثواب بھی مل جائے گا، اس کے علاوہ اس حدیثِ مبارکہ میں آپ ﷺ نے جمعے کے دن نمازِ جمعہ کے لئے جلدی جانے کے مختلف فضائل بیان فرمائے یہاں تک کہ جو شخص سورج نکلنے کے بعد سب سے پہلے جمعے کے لئے مسجد جاتا ہے، تو اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں اونٹ صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے اس لیے جو شخص یہ فضیلت حاصل کرنا چاہے تو جلد از جلد جمعہ کے لئے مسجد جانے کا اہتمام کرے، ان احادیث سے نمازِ جمعہ کی اہمیت بھی معلوم ہوتی ہے کہ نمازِ جمعہ کوئی معمولی نماز نہیں ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ نمازِ جمعہ ادا کرنے کا الگ ثواب ہے اور اس کے لئے اہتمام کرنے کا الگ ثواب ہے اس لیے جو شخص نمازِ جمعہ کے لئے جتنا اہتمام کرے گا اتنی ہی زیادہ نیکیاں حاصل کرے گا۔

بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْجُمُعَۃِ کَانَ عَلٰی کُلِّ بَابٍ مِّنْ اَبْوَابِ الْمَسَاجِدِ مَلَائِکَۃٌ یَکْتُبُوْنَ الْاَوَّلَ فَالْاَوَّلَ فَاِذَا جَلَسَ الْاِمَامُ طَوَوُا الصُّحُفَ وَجَاؤُوْا یَسْتَمِعُوْنَ الذِّکْرَ (بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب جمعۃ المبارک کا دن آتا ہے تو مسجد کے ہر دروازے پر فرشتے کھڑے ہو جاتے ہیں اور مسجد کی طرف نمبروار پہلے آنے والوں کا نام (اپنے رجسٹر میں) لکھ لیتے ہیں اور جب خطیب خطبہ دینے کے لیے منبر پر بیٹھ جاتا ہے تو یہ فرشتے اپنے رجسٹر بند کر دیتے ہیں اور خطیب کے ذکر و نصیحت کو سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں

(بخاری شریف)

اس حدیث سے جمعہ کے دن اور ساتھ ہی جمعہ کے خطبہ کی اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ اس دن فرشتے مسجدوں کے دروازوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور مسجدوں کی طرف آنے والوں کے نام اپنے رجسٹروں میں درج

وفی روایة : مثل المهجر الی الجمعة کالمهدی بدنة ثم کالمهدی بقرة ثم کالمهدی شاة ثم کالمهدی بطة ثم کالمهدی دجاجة ثم کالمهدی بیضة : وفی اخری نحوه باسقاط البطة وذکر عصفور بعد الدجاجة (جمع الفوائد ج ۱ ص ۲۵۶)

کرتے ہیں یہاں تک کہ جب خطبہ ہونے لگتا ہے تو خطبہ سننے لگتے ہیں اور رجسٹر بند کردیتے ہیں پھر اس کے بعد جو شخص آتا ہے اس کیلئے کوئی ثواب نہیں لکھا جاتا۔

اس شخص کے لئے کتنی محرومی کی بات ہے جس کا نام ان بابرکت رجسٹروں میں درج نہ ہو اور اس درج نہ ہونے کی وجہ یا تو جمعہ میں غیر حاضری ہے یا پھر بہت دیر سے جمعہ کے لئے آنا ہے کہ خطیب خطبہ شروع کردے اور فرشتے خطبہ سُننے میں مشغول ہوجائیں۔

ایک حدیث میں ان رجسٹروں کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ فرشتوں کو نور کے صحیفے (رجسٹر) اور نور کے قلم دے کر بھیجتے ہیں (نسائی، کتاب الجمعة، باب التکبیر الی الجمعة)

اس لیے ان بابرکت رجسٹروں میں کسی کا نام درج ہوجانا بہت نیک بختی اور سعادت کی بات ہے۔

اسی وجہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جمعہ کے دن مسجدوں میں جلدی جانے کا اہتمام فرماتے تھے چنانچہ بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ:

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ کُنَّا نُبَکِّرُ بِالْجُمُعَةِ وَنُقِیْلُ بَعْدَالْجُمُعَةِ (بخاری ج ۱ باب وقت الجمعة اذازالت الشمس)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم (یعنی صحابۂ کرام) صبح سویرے ہی جمعہ کے لئے چلے جاتے تھے اور نمازِ جمعہ کے بعد قیلولہ (یعنی آرام) کرتے تھے (بخاری)

ایک روایت میں جمعہ کے دن مسجد میں جلدی جانے اور منبر کے قریب بیٹھنے کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے قریب جگہ پانے کا ذریعہ بتلایا گیا ہے، چنانچہ وہ روایت یہ ہے:

حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعۃ المبارک کے دن جمعہ کے لئے مسجد کی طرف نکلا تو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ تین آدمی ان سے پہلے مسجد میں پہنچ چکے ہیں اور یہ خود مسجد میں پہنچنے والے چوتھے شخص تھے تو آپ نے فرمایا کہ چوتھا آدمی بھی اللہ جلّ شانہٗ سے دور نہیں ہوگا پھر انہوں نے سرکار دوعالم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا کہ قیامت کے دن اللہ جلّ شانہٗ کے نزدیک لوگ اس ترتیب سے بیٹھے ہوں گے جس طرح جمعہ کے لئے جایا کرتے تھے یعنی جمعہ کی طرف جانے والا سب سے پہلے، اس کے بعد دوسرا اور اس کے بعد تیسرا اور پھر اسی ترتیب سے باقی لوگ بیٹھے ہوں گے (الترغیب والترھیب ج ۱ ص ۲۹۰ بحوالہ ابن ماجه وابن ابی عاصم، وقال

المنذری : اسنادھماحسن ،جمع الفوائد ج ۱ ص ۲۵۹ بحوالہ قزوینی)

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے قریب جگہ پانے کا اس حدیثِ مبارکہ میں یہ طریقہ بتلایا گیا ہے کہ جمعہ کے دن مسجد میں جلدی جانے کا اہتمام کیا جائے اور ظاہر ہے کہ جس شخص کے دل میں اس کی اہمیت ہے اس کے لئے جمعہ کے دن مسجد میں جلدی جانا کوئی بھی مشکل کام نہیں اس لیے کہ جس کام کی انسان کے دل میں اہمیت ہوتی ہے اس کو پورا کرنے کے لئے وہ کوئی نہ کوئی تدبیر اور حل نکال ہی لیتا ہے۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ امام غزالی رحمہ اللہ کے حوالے سے پہلے زمانے کے مسلمانوں کے دِلوں میں نمازِ جمعہ کے لئے اہتمام اور تیاری کی اہمیت کو اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

''اگلے زمانے میں (یعنی پُرانے زمانے میں) صبح کے وقت اور بعد فجر کے راستے گلیاں بھری ہوئی نظر آتی تھیں، تمام لوگ اتنے سویرے سے جامع مسجد جاتے تھے اور سخت اژدہام ہوتا تھا جیسے عید کے دنوں میں، پھر جب یہ طریقہ جاتا رہا تو لوگوں نے کہا کہ یہ پہلی بدعت ہے جو اسلام میں پیدا ہوئی۔

یہ لکھ کر امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کیوں شرم نہیں آتی مسلمانوں کو یہود ونصاریٰ سے کہ وہ لوگ اپنی عبادت کے دن یعنی یہود سنیچر (ہفتہ) کو اور نصاریٰ اتوار کو اپنے عبادت خانوں اور گرجا گھروں میں کیسے سویرے جاتے ہیں اور طالبانِ دنیا کتنے سویرے بازاروں میں خرید وفروخت کے لئے پہنچ جاتے ہیں، پس طالبانِ دین کیوں نہیں پیش قدمی کرتے (احیاء العلوم)

درحقیقت مسلمانوں نے اس زمانے میں اس مبارک دن کی بالکل قدر گھٹا دی ان کو یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ آج کون سا دن ہے اور اس کا کیا مرتبہ ہے، افسوس وہ دن جو کسی زمانے میں مسلمانوں کے نزدیک عید سے بھی زیادہ تھا اور جس دن پر نبی ﷺ کو فخر تھا اور جو دن اگلی امتوں (یعنی پچھلی امتوں) کو نصیب نہ ہوا، مسلمانوں کے ہاتھ سے اس کی ایسی ناقدری ہو رہی ہے، خدائے تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو اس طرح ضائع کرنا سخت ناشکری ہے جس کا وبال ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون'' (بہشتی زیور، گیارہواں حصہ ص ۷۶ و ۷۷)

نمازِ جمعہ کی اہمیت کی وجہ سے شیطان بھی پوری طرح سے اللہ کے بندوں کو گمراہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی حدیث نقل فرماتے ہیں کہ:

جمعہ کے دن شیاطین اپنے جھنڈے بازاروں میں گاڑ دیتے ہیں اور لوگوں کو ان کے (مختلف)

کام یاد دلا کر اپنے جال میں پھنساتے ہیں اور انہیں (نمازِ) جمعہ سے دیر کراتے ہیں اور فرشتے صبح سویرے ہی مساجد کے دروازوں پر بیٹھ جاتے ہیں اور (مسجد کی طرف) نمبر وار آنے والوں کے نام (اپنے صحیفوں میں) لکھ لیتے ہیں یہاں تک کہ خطیب خطبے (کے لئے منبر کی طرف) آنے لگتا ہے، پھر جو آدمی (امام کے قریب) ایسی جگہ بیٹھتا ہے جہاں سے خطیب کو سُننا اور دیکھنا ممکن ہو اور وہ خاموشی سے بیٹھا رہتا ہے اور کوئی فضول کام نہیں کرتا تو اسے دو اجر ملتے ہیں اور جو کوئی امام سے دور ایسی جگہ بیٹھتا ہے جہاں سے امام کو سُننا ممکن نہ ہو لیکن خاموشی سے بیٹھا رہتا ہے تو اس کو ایک اجر ملتا ہے اور جو کوئی خطیب کے قریب تو بیٹھا لیکن فضول حرکتیں کرتا رہا تو اس کو دو گناہ ملتے ہیں، اور جو کوئی خطیب سے دور بیٹھ کر فضول حرکتیں کرتا رہا تو اس کو ایک گناہ ملتا ہے، اور جس نے خطبہ کے دوران کسی سے کہا کہ ''خاموش ہوجا'' تو اس نے غلطی کی اور جس نے یہ غلطی کی، اسے جمعے سے کوئی فائدہ نہیں ہوا (جمع الفوائد ج ۱ ص ۲۵۷، الترغیب والترهیب ج ۱ ص ۲۸۸ بحواله ابوداؤد. فيه رجل مجهول وعطاء الخراسانی وثقه ابن معين واثنى عليه غيره وتكلم فيه ابن حبان وكذبه ابن المسيب كذا فى تخريج السنن ج ۲ ص ۵. اعذب الموارد فى تخريج جمع الفوائد)

ایک دوسری روایت میں جمعہ کے خطبہ کی اہمیت کے بارے میں ہے:

خُرُوْجُ الْإِمَامِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ لِلصَّلٰوةِ یَقْطَعُ الصَّلٰوةَ وَكَلَامُهٗ یَقْطَعُ الْكَلَامَ (جامع صغير ج ۳ رقم حديث ۳۹۰۸ بحواله بيهقى فى السنن عن ابى هريرة تصحيح السيوطى حسن)

یعنی امام کے نمازِ جمعہ کے لئے آ جانے کے بعد کوئی دوسری نماز پڑھنا منع ہوجاتی ہے اور امام کا خطبہ شروع کر دینے کے بعد ہر قسم کی بات چیت کرنا منع ہوجاتی ہے۔

خطبہ کے درمیان بات چیت کرنے سے نیکیاں ضائع ہوجاتی ہیں اور گناہ بھی ہوتا ہے اس لیے جب خطبہ شروع ہوجائے تو خطبہ کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے حتیٰ کہ خطبے کے دوران ایسا ذکر کرنا اور ایسی بات کرنا جو دوسرے اوقات میں ثواب کا ذریعہ ہو خطبہ کے دوران وہ بھی منع ہوجاتا ہے چنانچہ قرآن مجید کی تلاوت کرنا، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، حضور ﷺ پر درود شریف بھیجنا، یہ سب کام خطبہ کے درمیان منع ہوجاتے ہیں جس طرح کہ نماز میں حرام ہوتے ہیں، البتہ زبان کو حرکت دیئے بغیر دل ہی دل میں ذکر کر لینے میں حرج نہیں بشرطیکہ خطبہ سے توجہ نہ ہٹے کیونکہ خطبہ کا سننا بھی بذاتِ خود عبادت اور ذکر و ثواب میں داخل ہے۔ لہٰذا اس عبادت و ذکر میں مشغول ہونے کے وقت کسی اور ذکر کی ضرورت ہی نہیں۔

یہ فضائل تو مکمل طریقہ پر جمعہ کے دن پہلی اذان سے پہلے پہلے مسجد میں پہنچنے پر حاصل ہوتے ہیں، اور جب پہلی اذان ہوجائے تو پھر نمازِ جمعہ کے لئے جانا واجب ہوجاتا ہے اور ہر ایسا کام جو جمعہ کی نماز کے لئے جانے میں رُکاوٹ پیدا کرے وہ کام حرام ہوجاتا ہے اس لیے کہ یہ قرآن مجید کا حکم ہے چنانچہ **سورۃ الجمعۃ** میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِذَانُوْدِیَ لِلصَّلاَ ۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ (آیۃ ۹)

یعنی جب نمازِ جمعہ کے لئے اذان دے دی جائے تو اللہ کے ذکر (یعنی نمازِ جمعہ کے لئے) دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو (سورۃ الجمعۃ)

اس آیت میں خرید وفروخت سے مراد ہر ایسا کام ہے جو نمازِ جمعہ کے لیے حاضر ہونے میں رُکاوٹ پیدا کرے، سِوائے نمازِ جمعہ کی تیاری کے۔

حتیٰ کہ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد نمازِ جمعہ کے لئے جانا اتنا ضروری ہے کہ نفل نماز پڑھنا اور قرآن مجید کی تلاوت کرنا یا اسی طرح کے دوسرے نیک کام کرنا بھی پہلی اذان کے بعد گھر میں رہتے ہوئے مکروہِ تحریمی ہوجاتے ہیں اور نمازِ جمعہ کے لئے جانا ضروری ہوجاتا ہے (ماخوذ از فتاویٰ عثمانی ج ا ص ۵۷۹ تا ۵۸۳)

ایک مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ وہ نمازِ جمعہ کے لئے جلدی جا کر مذکورہ فضائل حاصل کرے لیکن اگر کوئی یہ فضائل حاصل نہیں کرتا تو اِس کے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ پہلی اذان پر نمازِ جمعہ کے لئے مسجد پہنچ جائے اور اگر کسی وجہ سے پہلی اذان تک نمازِ جمعہ کے لئے نہیں پہنچ سکا تو اب نمازِ جمعہ کی تیاری میں مشغول ہونے کے علاوہ کوئی اور کام نہ کرے بلکہ تیاری کے فوراً بعد مسجد پہنچ جائے ورنہ گناہ گار ہوگا۔

(ماخوذ از جمعۃ المبارک کے فضائل واحکام (زیرِ طبع) مرتبہ: مفتی محمد رضوان صاحب مدظلہم، بتغیر کثیر)

بسلسلہ : آدابُ المعاشرت

مفتی محمد رضوان

☏ ٹیلی فون اور موبائل فون استعمال کرنے کے آداب

(دوسری وآخری قسط)

❁......کسی شخص کو ایسے وقت جو عادتاً اس کے سونے کا ہو یا دوسری ضروریات مثلاً، نماز میں مشغول ہونے کا وقت ہو فون کرنا مناسب نہیں مگر یہ کہ کوئی سخت ضرورت آپڑی ہو (معارف القرآن ج ۶ ص ۳۹۴، بتغیر)

❁......جس شخص سے فون پر اکثر بات چیت کرنے کی نوبت آتی ہو مناسب ہے کہ اس کے اوقاتِ کار معلوم کر لئے جائیں، اور جن اوقات میں اس کو بات چیت کرنے میں سہولت ہو اس کی پابندی کا اہتمام کیا جائے (ایضاً بتغیر)

❁......فون پر اگر کوئی لمبی بات کرنی ہو تو پہلے مخاطب سے معلوم کر لیا جائے کہ آپ کو فرصت وفراغت ہو تو کچھ بات عرض کروں، کیونکہ بعض اوقات فون کی گھنٹی کے بجنے کی وجہ سے انسان فون سننے پر مجبور ہوتا ہے، مگر وہ کسی اہم کام میں مصروف ہوتا ہے اور دوسرے کی طرف سے لمبی بات کرنے سے اس کو تکلیف ہوتی ہے (ایضاً بتغیر)

❁......بعض لوگ فون کی گھنٹی مسلسل بجتے رہنے کے باوجود فون نہیں سنتے جبکہ فون سننے سے انہیں کوئی معقول عذر بھی نہیں ہوتا، ایسا کرنا بھی اسلامی اخلاق کے خلاف ہے (ایضاً بتغیر)

❁......بلاضرورت کسی سے فون پر بات کرکے اس کے معمولات میں خلل ڈالنا مناسب نہیں، اور ضرورت سے زیادہ بات کرکے اپنا اور دوسرے کا وقت اور پیسے ضائع کرنا بھی درست نہیں، بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت بات کرنی چاہیے، یہ اس لئے عرض کیا گیا کہ آج کل فضول گوئی اور فضول خرچی کا مرض عام ہو گیا ہے جو فون کی شکل میں بھی اکثر وبیشتر ظاہر ہو جاتا ہے۔

❁......جب تک سخت ضرورت اور مجبوری نہ ہو کسی دوسرے کے فون کو استعمال نہ کیجئے، اور جب سخت ضرورت ہو اس قت بھی دوسرے سے اجازت لے لینا چاہئے، اور ساتھ ہی اس کا خرچ ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، بعض اوقات دوسرا شخص شرما حضوری میں اوپر اوپر سے اپنا فون استعمال کرنے کی اجازت دیتا ہے مگر اندر سے راضی نہیں ہوتا، ایسی رضامندی بھی شرعاً معتبر نہیں، اس لئے عافیت اسی میں ہے کہ کسی دوسرے کا فون استعمال کرنے کے بجائے کسی دوکان وغیرہ سے اجرت دے کر فون کر لیا جائے،

اور اپنے آپ کو گناہ گار ہونے سے بچایا جائے، آج کل جگہ جگہ اجرت پر فون کرنے کی سہولت موجود ہے۔

❀......بعض لوگ سرکاری یا غیر سرکاری اداروں کے فون بے جا استعمال کرتے ہیں، جس کے لئے اس محکمہ اور ادارہ کی طرف سے فون کے استعمال کی اجازت نہیں ہوتی، یہ بھی شرعاً جائز نہیں۔

اسی طرح کسی مدرسہ وغیرہ کا فون اپنی ذاتی ضرورت کے لئے استعمال کرنا بھی گناہ ہے، جب تک کہ وہاں کے ضابطہ کے مطابق اجازت حاصل نہ ہو جائے، یا اس کا معاوضہ نہ ادا کر دیا جائے، اس سلسلہ میں عام طور پر بڑی زیادتی پائی جاتی ہے، اور ؎ مالِ مفت دلِ بے رحم والی مثال سامنے آتی ہے۔

یاد رکھئے کہ قیامت کے روز اس کا حساب دینا پڑے گا۔

❀......آج کل جو موبائل فون چلے ہوئے ہیں ان میں مختلف قسم کے کھیل اور گیم موجود ہوتے ہیں، بہت سے لوگ ان کھیلوں اور گیموں میں مشغول ہو کر بلاوجہ اپنا قیمتی وقت برباد کرتے ہیں، اور اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، اسی طرح آج کل ملکی وغیر ملکی سطح پر منعقد ہونے والے مختلف کھیلوں وغیرہ کے حالات بھی موبائل فون پر سننے کی سہولت میسر ہوتی ہے، بہت سے لوگ موبائل فون سے کھیلوں یا دوسری فضول چیزوں کے تبصرے سن کر اپنے قیمتی وقت کو ضائع کرتے ہیں، اس لئے اپنا وقت برباد کرنے سے اپنے آپ کو بچائیے، اور اس کے بجائے کسی نفع بخش کام میں اپنے وقت اور اپنی صلاحیتوں کو استعمال کیجئے۔

❀......بعض اوقات فون والے اداروں کی طرف سے مختلف قسم کے پیغام ارسال کر کے سوالات کئے جاتے ہیں اور ان کے صحیح جوابات دینے والوں کے لئے مختلف قسم کے انعامات کے اعلانات کئے جاتے ہیں، اولاً تو وہ سوالات ہی اتنے بے ہودہ اور فضول ہوتے ہیں کہ ان میں حصہ لینا ایک مسلمان کی شان کے سراسر خلاف ہے، دوسرے ان پر ملنے والے انعامات کو شرعاً جائز کہنا بھی مشکل ہے، کیونکہ اس قسم کے مقابلوں میں انعامات کی خاطر شرکت کرنا شرعاً جوے کے مفہوم میں شامل ہے۔ لہٰذا اس قسم کے بے ہودہ اور فضول بلکہ خلافِ شرع مقابلوں میں حصہ لے کر اپنا وقت، اپنی صلاحیت اور اپنے دین کو برباد نہ کیجئے۔

❀......بعض لوگ دوسرے کے موبائل کو لے کر اس میں مداخلت شروع کر دیتے ہیں، دوسرے کے فون کی ہر چیز اور ریکارڈ کا جائزہ لیتے ہیں، اور دوسرا شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہتا، یہ بھی بے ہودہ حرکت ہے، بغیر دوسرے کی خوشدلی کے موبائل فون میں مداخلت کرنا، اس کے ریکارڈ کو پڑھنا اور اس کا جائزہ لینا شرعاً بھی جائز نہیں، کیونکہ دوسرے کی رازداری کی باتوں کو سننا اور پڑھنا سب شریعت کی رو سے گناہ اور منع ہے

❁......آج کل بعض موبائل ایسے چل گئے ہیں جن میں تصویریں اخذ کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے، اور انہیں کیمرے والے موبائل کہا جاتا ہے، اکثر علماء کی تحقیق کے مطابق ان کیمروں کی تصاویر شرعاً تصاویر کا حکم رکھتی ہیں، اس لئے موبائل فون کے ذریعہ سے جاندار چیز کی تصویر کھینچنا اور کھنچوانا گناہ ہے، البتہ غیر جاندار چیزوں کی تصویر مثلاً کسی خاص جگہ کی تصویر اتارنا شرعاً گناہ نہیں، اور اگرچہ بعض علماء کی تحقیق کے مطابق موبائل فون کی سکرین پر آنے والی تصویر شرعی تصویر کا حکم نہیں رکھتی، اور انہوں نے مخصوص شرائط کے ساتھ موبائل فون میں جاندار چیز کی شکل محفوظ کرنے کی اجازت دی ہے، لیکن عوام الناس میں جس انداز کے ساتھ کیمرے والے موبائلوں کا استعمال ہورہا ہے کہ نہ اس میں کسی شرط کی پابندی ہے اور نہ ضرورت وغیرہ کا لحاظ ہے، اور نہ ہی دوسرے کی تصویر لیتے وقت اس کی اجازت واطلاع ہے، چپ چاپ دوسرے کی ایسے انداز میں تصویر کھینچ لی جاتی ہے جس کا دوسرے کو علم بھی نہیں ہوتا، اور بعد میں دوسرے کی محفوظ شدہ تصویر کا تمسخر بنایا جاتا ہے اور مرد وعورت اجنبی اور نامحرم عورت ومرد سب ہی بعد میں اس کو دیکھتے ہیں، گویا کہ اس چیز کو ایک مشغلہ بنالیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ اس آزادی کے ساتھ تو ان علماء کے نزدیک بھی جائز نہیں، کیونکہ اس طرزِ عمل میں کئی گناہ اور خرابیاں ہیں، مثلاً دوسرے کا تمسخر واستہزاء، اجنبی مرد یا عورت کی شکل کا ایک دوسرے کو دیکھنا، بلاضرورت اس مہمل اور فضول کام میں پڑنا اور اس سے بڑھ کر اس کو ایک مشغلہ بنالینا اور اپنے اوقات کو ضائع کرنا، البتہ کسی خاص مجبوری اور ضرورت کی غرض سے اگر اتفاقاً کسی جاندار کی تصویر کا محفوظ رکھنا ضروری ہوجائے، مثلاً کسی کے نقصان سے بچنے کے لئے یا دہشت گردی وغیرہ سے بچنے کی خاطر کسی کی تصویر لینے کی ضرورت پیش آجائے تو اس کی گنجائش ہے، بشرطیکہ دیگر گناہوں اور خرابیوں سے بچا جائے اور ''بوقتِ ضرورت'' کے اصول پر عمل کیا جائے، لہٰذا بعض علماء کی تحقیق کو بنیاد بنا کر بلاقید موبائل کیمرے کی تصویر کے مروجہ استعمال کو ہرگز بھی جائز نہیں کہا جاسکتا، اور اس چیز کو ہر وقت کا جو عوام نے ایک مشغلہ بنالیا ہے یہ شرعاً جائز نہیں اور کئی گناہوں کا مجموعہ ہے۔

❁......موبائل فون کے اندر ضرورت کی خاطر قرآن مجید کی تلاوت کی آواز یا قرآن مجید کی لکھائی کو محفوظ کر کے سننا اور پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ آداب کا لحاظ کیا جائے۔

❁......بیت الخلاء میں موجود ہونے کی صورت میں کسی سے فون پر بات چیت کرنا درست نہیں، البتہ سخت مجبوری کے وقت بقدرِ ضرورت بات چیت کرنے کی اجازت ہے۔

❁ ......بعض اوقات گاڑی وغیرہ چلاتے وقت فون پر بات چیت کرنے کی قانونی طور پر پابندی ہوتی ہے اور کیونکہ اس طرح کے قوانین عوام کی مصلحت کی خاطر مقرر کئے جاتے ہیں، تا کہ دوسری چیزوں کی طرف متوجہ نہ ہوا جائے اور حادثات وغیرہ سے حفاظت رہے اس لئے ایسے قانون کی پابندی شرعاً بھی ضروری ہے اور بلا سخت ضرورت کے اس کی خلاف ورزی کرنا شرعاً گناہ ہے۔

❁ ......اسی طرح اگر جہاز یا کسی حساس ادارہ میں اس ادارہ کے ضابطہ کی رُو سے کسی مصلحت کی وجہ سے فون استعمال کرنے یا وہاں لے جانے کی اجازت نہ ہو تو شرعاً اس کی بھی پابندی ضروری ہے۔

﴿بقیہ اخبارِ عالم متعلقہ صفحہ نمبر ۹۹﴾ **11 مئی:** پاکستان: عالمی و مالیاتی ادارے ترقی یافتہ ممالک مالی وفنی معاونت کریں تمام ڈیم شیڈول کے مطابق تعمیر کئے جائیں گے شوکت عزیز **12 مئی:** پاکستان: صدر کی زیر صدارت چانسلر کمیٹی کا اجلاس تعلیمی بجٹ میں 50 فیصد اضافے کا اعلان **13 مئی:** پاکستان: ریلوے کو مثالی محکمہ بنانے، کوژک ٹنل کے لئے انتظامات کئے جائینگے، شیخ رشید۔ چمن پاکستان کا اہم تجارتی شہر ہے، اسے بنیادی ضروریات کی فراہمی کیلئے ہر ممکن کوشش کی جائے گی **14 مئی:** پاکستان: بارہویں دوستی بس پانچ مسافروں کولیکر ننکانہ صاحب پہنچ گئی بس میں چار کینیڈین اور ایک بھارتی مسافر سوار تھا، بس آٹھ مسافروں کو لیکر دوبارہ امرتسر روانہ ہوگئی **15 مئی:** پاکستان: نواز شریف، بے نظیر ملاقات، میثاق جمہوریت پر دستخط **16 مئی:** صدام پر باقاعدہ الزامات عائد، مجاہدین نے ہیلی کاپٹر مار گرایا، 6 امریکیوں سمیت 36 ہلاک **17 مئی:** ملک کے اکثر حصوں میں بارش طوفان، 2 جاں بحق، مواصلات کا نظام متأثر **18 مئی:** پاکستان: موجودہ اسمبلیاں ہی دوسری مدت کے لئے صدر کا انتخاب کریں گی، صدر پرویز مشرف **19 مئی:** افغانستان: دو خودکش حملے، امریکی مشیر سمیت 34 ہلاک درجنوں یرغمال، 60 طالبان کو شہید کرنے کا دعویٰ **20 مئی:** پاکستان: آزادی اور نظریئے کے لئے لڑنا دینی فریضہ ہے اسلامی میڈیا عالمی طاقتوں کے خلاف سینہ سپر ہو جائے، امام کعبہ۔ اسلامی ذرائع ابلاغ اور اہل صحافت کی ذمہ داری ہے کہ اسلامی تشخص کے دفاع کے لئے جدوجہد کریں، ابلاغیات کے ایسے ذرائع کی ضرورت ہے جو نسلی جذبات ابھاریں اور نہ ہی شہوت کے جذبات کو ہوا دیں، خبروں اور مضامین کے ذریعے فتنہ پھیلانے والے اداروں کے تدارک کی ضرورت ہے، عدل کے بغیر معاشرتی اصلاح ممکن نہیں، حکمران عادلانہ نظام کے قیام کے لئے حضور ﷺ کے کردار سے رہنمائی حاصل کریں، مسلمان ایک دوسرے کی غیبت نہ کریں بلکہ صلہ رحمی سے کام لیا جائے، فضیلۃ الشیخ صالح بن عبداللہ بن حماد کا فیصل مسجد میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب **21 مئی:** افغانستان: قندھار اور ہلمند میں طالبان کے حملے 10 امریکی 2 فرانسیسی کمانڈوز ہلاک متعدد گاڑیاں ٹینک نذر آتش، 50 اہلکاروں کا محاصرہ۔

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ

محمد رضوان صاحب

بزرگی کے انتخاب اور معیار میں غلطیاں (قسط۲)

✪ ’’اس کا اتباع کرو جو احکامِ خداوندی کے علم وعمل دونوں کا جامع ہو، بس دو چیزیں اصل ٹھہریں، ایک علمِ دین اور ایک عملِ دین اور اب تک جتنے معیار (بزرگی اور رہبری کے) لوگوں نے مقرر کر رکھے ہیں ان میں نہ عمل ہے، نہ علم۔ اور علم وعمل کے ساتھ ایک اور چیز بھی ضروری ہے وہ توجہ الی اللہ (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ) ہے، پس سب سے اول تو علم ہونا چاہئے اور پھر اس پر یہ اثر مرتب ہونا چاہئے کہ عمل اور توجہ الی اللہ ہو...... معلوم ہوا کہ کامل اور اتباع کے قابل وہ ہوگا کہ جس میں یہ تینوں باتیں ہوں (اتباع المنیب ص ۲۸، ماخوذ از اشرف الجواب ص ۲۲۷)

✪ ’’آج کل تو درویشی اور بزرگی کشف وکرامت کو جانتے ہیں، مجھ کو ایک شیخ صاحب کے ارشاد پر تعجب ہوا کہ انہوں نے ایک شخص سے کہا کہ میاں تم ذکر وشغل کرتے ہو، کچھ نظر بھی آتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے تو کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ تو ہنس کر فرمایا کہ بھائی (بس) ثواب جمع کئے جاؤ (آپ کو اور کچھ ملنے والا نہیں) آہ! افسوس ہے کہ ان شیخ صاحب نے ثواب کی کچھ بھی قدر نہ کی۔ میں تو اسی دن سے ان کی شخصیت سے بھی بے اعتقاد ہوگیا۔ جو خدا تعالیٰ کی رضا کو چھوڑ کر کشف کو ڈھونڈے اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے وزارت کو چھوڑ کر گھاس کھودنے لگے، اس لئے کہ کشف کا حاصل بعض غیر معلومہ غیر مقصودہ اشیاء (یعنی نامعلوم اور غیر مقصود چیزوں) کا معلوم ہوجانا ہے، سو یہ کوئی کمال نہیں ہے، کمال یہ ہے کہ ظاہر اور باطن موافق شریعت کے ہو‘‘ (اسلام اور زندگی، یعنی الرفیق فی سواء الطریق حصہ سوم ص ۶۲ و ۶۳)

✪ ’’حضرت مولانا گنگوہی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بھائی آج کل کے پیروں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر کوئی دیہاتی ان کے سامنے سر کھجلانے لگے تو پیر صاحب کو خیال ہوگا کہ شاید یہ پگڑی میں سے روپیہ نکال کر دے گا، واقعی بالکل سچ ہے، حرص وطمع نے ہماری وہ حالت بنادی ہے کہ جیسے ایک مرید نے اپنے مرشد (پیر) سے ایک خواب بیان کیا کہ میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ میری انگلیاں نجاست میں بھر رہی ہیں اور آپ کی انگلیوں پر شہد لگا ہے،

پیر صاحب سُن کر کہنے لگے کہ اس کی تعبیر تو ظاہر ہے تُو دنیا کا کتّا ہے ہم لوگ اللہ والے ہیں، مرید نے کہا حضور ابھی خواب پورا نہیں ہوا میں نے اسی میں یہ بھی دیکھا ہے کہ آپ کی انگلیاں میں چاٹ رہا ہوں اور میری انگلیاں آپ چاٹ رہے ہیں اس پر پیر صاحب بہت خفا ہوئے، غرض یہ خواب صحیح ہو یا غلط لیکن اس خواب سے مرید نے جس حالت کا فوٹو کھینچا ہے وہ بالکل مطابقِ واقع ہے، خلاصہ اس کا یہ ہے کہ مرید تو پیر سے دین حاصل کرنے کے لئے تعلق رکھتا ہے اور پیر مرید سے دنیا مردار سمیٹنے کی فکر میں ہے۔ اسی قسم کے ایک پیر کے کوئی مرید تھے اُن سے کسی نے پوچھا کہ میاں تم کو پیر سے کچھ فائدہ بھی ہوا یا نہیں۔ مرید نے کہا کہ میاں جب سقاوہ (پانی کے بڑے برتن) ہی میں کچھ نہ ہو تو لوٹے میں کہاں سے آوے'' (وعظ تجارتِ آخرت ص۳۰ و ۳۱)

✪ ''افسوس ہے کہ بعضے پیر بھی اس (بدنگاہی) میں مبتلا ہوتے ہیں کہ عورتیں ان سے پردہ نہیں کرتیں اور کہتی ہیں کہ یہ تو بجائے باپ کے (یعنی باپ کی جگہ) بلکہ باپ سے بھی زیادہ ہیں اور بے حیا محابا (بے لحاظ) سامنے آتی ہیں اور بڑے بے حیا (بہت بے شرم) وہ دیوث مرد ہیں جو ایسے پیروں کے سامنے اپنی بیٹیوں، بہوؤں کو آنے دیں، نعوذ باللہ جنابِ رسولِ مقبول ﷺ سے زیادہ (اللہ والا اور) کون ہوگا؟ حضور ﷺ سے (صحابیہ) عورتیں پردہ کرتی تھیں۔ ساری امت کی عورتیں آپ ﷺ کی روحانی بیٹیاں اور حضور ﷺ خود معصوم (گناہوں سے پاک) کسی قسم کے وسوسہ کا شائبہ (شبہ) نہیں لیکن باوجود اس کے پھر پردہ کا حکم تھا اور ازواجِ مطہرات تمام امت کے مردوں عورتوں کی مائیں تھیں چنانچہ ارشاد ہے۔ ''وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ'' (نبی کی بیویاں سب مسلمانوں کی مائیں ہیں) اور کسی کو ان (ازواجِ مطہرات) کی نسبت (متعلق) تو بہ توبہ وسوسہ تک بھی شر (بُرائی) کا نہ تھا لیکن باوجود اس کے ارشاد ہے ''وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ'' یعنی اپنے گھروں میں جمی رہو، باہر نہ نکلو۔ اور فرماتے ہیں ''فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ'' یعنی نرم بات مت کرو کہ جس کے قلب (دل) میں روگ (مرض) ہے وہ طمع (لالچ) کرے گا'' (اسلام اور زندگی یعنی الرفیق فی سواء الطریق حصہ سوم ص۲۲۲، ۲۲۳، مطبوعہ کتب خانہ جمیلی، لاہور)

ترتیب: مفتی محمد رضوان

مکتوباتِ مسیحُ الامت (قسط۱)

(بنام محمد رضوان)

احقر درسِ نظامی کے درجۂ ثانیہ (میزان ومنشعب) میں حضرت مسیح الامت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کے مدرسہ مفتاحُ العلوم قصبہ جلال آباد میں بحیثیت طالبِ علم داخل ہوگیا تھا، اور حضرت والا رحمہ اللہ کی خدمت میں رسمی انداز میں آمدورفت اور بغیر اہتمام کے مجلس میں حاضری کی توفیق ہوجاتی تھی، لیکن باقاعدہ اصلاحی تعلق اور تحریری مکاتبت کا سلسلہ کچھ بعد میں شروع ہوا تھا، اصلاحی مکاتبت کا طریقہ یہ تھا کہ اصلاحی معاملات کے لئے ایک اصلاحی کاپی مخصوص کرلی گئی تھی، جس پر اصلاحی اُمور لکھ کر حضرت والا رحمہ اللہ کی نشست گاہ کے گاؤتکیہ کے ساتھ مخصوص جگہ رکھ دی جاتی تھی، جوابات تحریر فرمانے کے بعد حضرت والا اس کاپی کو دوسری مخصوص جگہ رکھ دیا کرتے تھے اور وہاں سے کاپی اُٹھالی جاتی تھی، اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا تھا۔

اس اصلاحی کاپی میں جو ترتیب اصلاحی اُمور سے متعلق درج ہے وہ کیف ما اتفق ہے یعنی جن جن اُمور کی اصلاح کی ضرورت پیش آتی اُن کو حسبِ موقعہ لکھ کر حضرت والا رحمہ اللہ سے اصلاح طلب کرلی جاتی تھی، لیکن بعد میں کتابت واشاعت کے وقت اپنی اور قارئین کی سہولت کے لئے حضرت والا کی اس مراسلت کو چار ابواب میں تقسیم کرکے مرتَّب کردیا گیا، پہلا باب تعلیمی امور سے متعلق ہے، دوسرا باب تبلیغی امور سے متعلق ہے، تیسرا باب مسائل سے متعلق ہے اور چوتھا باب متفرق عام اصلاحی امور سے متعلق ہے۔

حضرت والا رحمہ اللہ نے عمر کے آخری حصہ میں باضابطہ درس وتدریس کا مشغلہ ترک فرمادیا تھا اور مدرسہ سے کچھ فاصلہ پر اپنی رہائش گاہ پر ہی قیام رکھتے تھے، جہاں ایک وسیع ہال کمرہ بناہوا تھا، اسی ہال کمرہ میں حضرت والا رحمہ اللہ تشریف رکھتے تھے اور اصلاحی مجلس وغیرہ بھی اکثر اسی مقام پر ہوتی تھی، حضرت والا رحمہ اللہ کی صحبت میں مستفید ہونے والے حضرات بھی وہیں حاضری دیا کرتے تھے۔ یہ بہت پُرنور اور سعادت بھرا زمانہ تھا، جس کا ذکر مستقل موضوع کو چاہتا ہے، اس وقت تمہیداً یہ چند باتیں حضرت والا رحمہ اللہ سے مکاتبت کے پسِ منظر کے طور پر ذکر کردی گئی ہیں۔

Idara Ghufran

پہلا باب......(تعلیمی امور)

عرض......مکرم المقام واجب التعظیم جناب حضرت والا صاحب دامت برکاتہم السلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

ارشاد......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عرض......عرض خدمتِ اقدس میں یہ ہے کہ بندہ مدرسہ ھٰذا (مفتاح العلوم جلال آباد) میں امسال درجہ سادسہ (جلالین شریف وغیرہ) پڑھ رہا ہے، حضرت دعا فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ علمِ نافع عطا فرمائے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ارشاد......آمین۔ ہمت بلند، مطالعہ، اسباق کی پابندی، بغور سننا، تکرار کرانا، اختلاط سے پرہیز [1]

عرض......احقر کو اصلاح کی سخت ضرورت ہے لہٰذا حضرت والا سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ بندہ کی اصلاح فرمائیں۔

ارشاد......مستقل مزاجی ہو۔ [2]

عرض......علمِ نافع کے حصول کے لئے بہترین ذریعہ اور طریق کیا ہے، ودیگر کن چیزوں کو ترک کرنا چاہئے کہ جو مُخل بالعلم ہو سکتی ہیں؟

ارشاد...... پیچھے لکھ دیا۔

عرض......اصلاحی تعلق کے لئے کچھ شرائط بیان فرمادیں۔

---

[1] حضرت والا رحمہ اللہ نے چند مختصر کلمات کے ذریعہ سے طالبِ علم کے وظیفہ کا مکمل نقشہ کھینچ دیا ہے، اور جامع انداز میں طالبِ علم کے لئے ہدایات ونصائح کو دریا بکوزہ فرمادیا ہے، جس کا خلاصہ چھ چیزیں ہیں (۱)......ہمت کا بلند رکھنا، یعنی ہمت نہ ہارنا اور علم حاصل کرنے کے لئے جن مشقتوں اور ناگوار چیزوں کا سامنا ہو، اُن کو برداشت کرنا (۲)......سبق پڑھنے سے پہلے متعلقہ کتابوں کا مطالعہ کرنا (۳)......اسباق کی پابندی کرنا اور حتی الوسع غیر حاضری سے پرہیز کرنا (۴)......استاد کے سبق کی تقریر کو غور، توجہ اور دھیان سے سُننا (۵)......سبق پڑھ لینے کے بعد ساتھیوں کے سامنے اُس سبق کی خود دوہرائی کرانا جسے مدارس کی زبان میں تکرار کرانا کہتے ہیں (۶)......اختلاط اور فضول میل جول سے پرہیز کرنا۔ جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

[2] مستقل مزاجی ''جسے استقامت سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے'' کے بغیر اصلاح کا ہونا ممکن نہیں، کیونکہ نفس کی اصلاح کوئی دو چار دن کا کھیل نہیں، بلکہ ایک مستقل سلسلہ ہے جس میں ایک طویل مدت تک اخلاص اور محنت کے ساتھ لگے رہنے سے نفس کی اصلاح کا مرحلہ طے ہوتا ہے۔

آئینہ بنتا ہے رگڑے لاکھ جب کھاتا ہے دل   کچھ نہ پوچھو دِل بڑی مشکل سے بن پاتا ہے دِل (محمد رضوان)

ارشاد......اختلاط سے پرہیز۔ [۱]

عرض......اور کچھ نصائح تحریر فرمادیں۔

ارشاد......اپنے کام سے کام۔ [۲]

عرض......مرید یعنی بیعت ہونے کا کیا طریق ہے۔

ارشاد......اس وقت اس سوال کی کیا ضرورت۔ اصلاح میں مشغولی، بخلوص، بمستقل مزاجی۔ [۳]

عرض......غرضِ اصلی تو اصلاح ہے۔

ارشاد......اس خیال سے دل خوش ہوا۔

عرض......درسی کتابوں کے علاوہ کچھ خارجی اور غیر درسی کتابوں کا مطالعہ دورانِ طالبِ علمی مناسب ہے کہ نہیں؟ مثلاً معارف القرآن کا مطالعہ اور بہشتی زیور و دیگر تاریخی کتابوں کا مطالعہ۔

ارشاد...... یہ دونوں (معارف القرآن اور بہشتی زیور) مناسب ہیں۔ تاریخی و غیر درسی، خارجی کا مطالعہ نہیں۔ [۴]

عرض......احقر مطالعہ میں مشغول ہوتا ہے اور رات کا کافی حصہ گزر چکا ہوتا ہے، نیند کا غلبہ بھی بہت زیادہ ہوتا ہے لیکن مطالعہ سے دل نہیں بھرتا ایسی صورت میں کیا کیا جائے۔

ارشاد...... چھ سات گھنٹہ سے کم سونے کی عادت اچھی نہیں۔ [۵]

---

[۱] اختلاط کا مطلب ہے ''فضول میل جول اور غیر ضروری تعلقات'' غیر ضروری اور فضول تعلقات ایسی چیز ہے جس میں مبتلا ہونے سے نہ صرف یہ کہ طالبِ علم کو اپنے مقصود کے حاصل کرنے میں ناکامی رہتی ہے بلکہ اصلاح کا معاملہ بھی دُشوار ہو جاتا ہے اور دین و دنیا کے اعتبار سے اس کے نتیجے میں کئی مفاسد لازم آتے ہیں، اسی وجہ سے حضرت والا رحمہ اللہ عموماً ہر اصلاح کے طالب کو اور خصوصاً طالبِ علم کو اختلاط سے بچنے کی اہتمام کے ساتھ تاکید فرمایا کرتے تھے۔

[۲] اپنے کام سے کام کا مطلب یہ ہے کہ جو کام اپنے ذمہ ہے بس اس سے واسطہ اور تعلق رکھا جائے کسی دوسرے کے کام میں نہ ٹانگ اڑائی جائے اور نہ مداخلت کی جائے۔

[۳] دراصل بیعت ہونا بذاتِ خود مقصد نہیں بلکہ اصل مقصد اصلاح ہے، اور جب کسی سے اصلاحی تعلق صحیح معنیٰ میں قائم کرلیا جائے تو یہ کافی ہے، بیعت ہونا ضروری نہیں۔

[۴] کیونکہ درجہ سادسہ میں تفسیر کی کتاب جلالین پڑھائی جاتی ہے، اس کے لئے معارف القرآن کا مطالعہ مفید ہے اور بہشتی زیور کا فائدہ مند اور ہر مسلمان کی ضرورت ہونا تو واضح ہے ہی، اس کے علاوہ مزید غیر درسی، تاریخی اور خارجی کتابوں کے مطالعہ سے حضرت رحمہ اللہ نے منع فرمادیا۔

[۵] طالبِ علم کو علم کی طلب کے شوق کے زمانے میں ایک مرحلہ بعض اوقات ایسا پیش آجاتا ہے کہ حقوقِ نفس مثلاً ضروری درجہ اور مقدار کی نیند کرنا بھی فضول معلوم ہوتا ہے، اس مرحلہ پر اگر صحیح رہبر کی رہنمائی حاصل نہ ہو تو غلو ہو کر دین و دنیا کے کئی نقصان پیش آجاتے ہیں، اس لئے حضرت رحمہ اللہ نے چھ سات گھنٹہ سے کم سونے کی عادت بنالینے کو اچھا قرار نہیں دیا (محمد رضوان)

عرض......ایک مدرسہ اور ایک جماعت میں تعلیم دینے والے بعض اساتذۂ کرام کا بعض امور میں تعارض سامنے آتا ہے مثلاً ایک استاذ صاحب تو فرماتے ہیں کہ سبق پڑھاتے ہوئے گھنٹہ ختم ہونے پر یاددھیانی کرادیا کریں، کیونکہ سبق پڑھاتے ہوئے بعض اوقات پتہ نہیں چل پاتا اور دیر ہوجاتی ہے اور اس کے برعکس دوسرے استاذ صاحب ہیں کہ جب ان کو گھنٹہ ختم ہونے کی اطلاع دی جاتی ہے تو جواباً فرماتے ہیں کہ تم لوگوں کو بے چینی لگی رہتی ہے ایسی صورتِ حال میں کس قول پر عمل کیا جائے۔

ارشاد......زبانی بعد عصر (گفتگو کریں) ۱

عرض......تعلیمی اوقات میں کوئی مدرسہ کے استاذ صاحب کہ اس وقت ان کے پاس سبق نہیں ہے اگر ایسا کام کرنے کو فرمادیں کہ جس میں مصروفیت کے باعث دوسرے استاذ صاحب کے سبق اور گھنٹہ میں تاخیر ہوجائے گی ایسی صورت میں کیا ردِعمل اختیار کیا جائے، آیا یہ عرض کردیا جاوے کہ سبق میں جانا ہے یا پھر وہ کام پورا کیا جاوے۔

ارشاد......اس کام میں واقعی گھنٹہ سبق کا ہوجائے گا اس لئے باادب عذر کردیا جاوے۔ ورنہ جن کا گھنٹہ ہے وہ تنبیہ کرینگے لہٰذا ان سے کہہ دیا جاوے کہ وہاں جانے میں دیر ہوگی وہ تنبیہ کریں گے۔ ۲

عرض......کھانے پینے میں دوسرے طالب علم کے ساتھ شرکت مناسب ہے یا نہیں۔

ارشاد......نہ چاہیئے۔ ۳

---

۱ حضرت رحمہ اللہ کا یہ معمول تھا کہ خانقاہ اور مدرسہ میں مقیم اصلاح کے طالبین کو بعض اصلاحی اُمور پر مخاطب کی شان کے مطابق زبانی ہدایات جاری فرمایا کرتے تھے، جس میں بعض اُمور ایسے بھی ہوتے تھے جن کو تحریر میں لانا مناسب نہیں ہوا کرتا تھا، اور کیونکہ عصر کے بعد مدرسہ کے طلبہ کی چھٹی ہوا کرتی تھی اس لئے حضرت رحمہ اللہ اکثر بعد عصر انفرادی طور پر زبانی ہدایات کے لئے طالبینِ اصلاح کو طلب فرمایا کرتے تھے اور حضرت والا رحمہ اللہ چونکہ مدرسہ مفتاح العلوم کے سرپرست بھی تھے اس لئے بعض انتظامی امور کی تحقیق فرمانے کے بعد متعلقہ انتظامی معاملہ کی اصلاح کی طرف بھی توجہ مبذول فرمایا کرتے تھے۔

۲ استاد اور شاگرد کا رشتہ بڑا نازک ہوتا ہے بعض اوقات شاگرد ایسی کشمکش میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ اس کے لئے کسی ایک شِق کو اختیار کرنا کٹھن اور مشکل مرحلہ ہوجاتا ہے، ایسے موقعہ پر رہبرِ کامل کی رہنمائی کے بغیر کسی بڑی غلطی کا صدور ہوجاتا ہے، حضرت رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا معاملہ کا حل ایسے انداز میں فرمادیا کہ استاد کی دل شکنی بھی نہ ہو اور گستاخی کی صورت بھی نہ بنے اور متعلقہ قضیہ بھی حل ہوجاوے، چنانچہ حضرت رحمہ اللہ کے مندرجہ بالا مبارک کلمات سے یہ بات بخوبی ظاہر ہے۔

۳ مدرسہ مفتاح العلوم میں اجتماعی کھانے کا نظم نہیں تھا بلکہ مطبخ سے الگ الگ کھانا فراہم کیا جاتا تھا، شروع میں احقر اپنے حجرہ میں ساتھ رہنے والے بعض طلبہ کے ساتھ کھانا کھالیا کرتا تھا، بعد میں حضرت رحمہ اللہ سے اس سلسلہ میں رہنمائی حاصل کی گئی، حضرت رحمہ اللہ نے اس کے جواب میں تنہا کھانا کھانے کی طرف رہنمائی فرمائی، اس کی وجہ بھی وہی ہے کہ دوسرے کے ساتھ شرکت سے اختلاط اور فضول میل وجول کی نوبت آتی ہے جو طرح طرح کی خرابیوں کا باعث ہوتی ہے (محمد رضوان)

Idara Ghufran

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس ترتیب:مفتی محمد رضوان

❖ علماء کا مروَّجہ سیاست میں عملاً شریک ہونا

(تعلیماتِ حکیم الامت کی روشنی میں)

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر کسی وقت کوئی جماعت اہلِ سیاست کی ایسی نہ ہو کہ علماء سے احکام پوچھ کر عمل کیا کریں، جیسا اس وقت غالب ہے تو اس وقت علماء ایسی جماعت کے پیدا ہونے کے منتظر نہ رہیں، ورنہ محبانِ دنیا (دنیا کے طلبگار اور پجاری) دینی مقاصد کو تباہ کر دیں گے، بلکہ وہ خود اپنے میں سے ایسی جماعت بنا دیں جو علماً وعملاً (یعنی علمی وعملی اعتبار سے) سیاست وشریعت کے جامع ہوں، مگر یہ حکم کچھ سیاستِ مدینہ (ملکی سیاست) کے ساتھ خاص نہیں بلکہ سیاستِ بدنیہ یعنی طب (ڈاکٹری) بلکہ اسبابِ معاش (یعنی روزی کمانے اور حاصل کرنے کے ذرائع) میں سے جتنے فرضِ کفایہ ہیں، مثل تجارت وزراعت سب کا یہی حکم ہوگا، البتہ جس چیز کا ضرر (اور نقصان) دین میں زیادہ قریب ہو اس میں دخلِ اصلاحی کا وجوب ایسی چیز دخل اصلاحی کے وجوب سے اقویٰ وآکد ہوگا جس کا ضرر دین میں قریب نہ ہو (مطلب یہ ہے کہ جس چیز کا نقصان دین کے قریب ہوگا اس چیز میں علماء کو اصلاح کی غرض سے دخل دینے کا حکم ایسی چیزوں کے مقابلہ میں زیادہ قوی اور تاکیدی ہوگا جن چیزوں کا نقصان دین کے زیادہ قریب نہ ہو)

اور ان سب مقاصد کی اصلاح کے لئے خصوص حفاظتِ دین کے لئے جماعت کا انتظام کرنا ہر حال میں مشروط ہوگا استطاعت (قدرت) کے ساتھ۔

یہ تو ایک تحقیقِ کلی ہے، اس سے آگے جزئیات ہیں، جن میں کلام کچھ متفق علیہ (اتفاقی) کچھ مختلف فیہ (اختلافی) اپنے محل میں مبسوط (مفصّل) ومضبوط ہے، ان میں ایک مسئلہ استطاعت (قدرت ہونے نہ ہونے) کا بھی ہے'' (البدائع ص۵۴ وص۵۵، بدیعہ نمبر۱۰)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی وقت ایسی صورتحال پیدا ہو جاوے کہ سیاسی جماعتیں علماء سے احکام معلوم کرنے میں کوتاہی کریں، جیسا کہ اس وقت صورتحال یہی ہے تو علماء کو چاہئے کہ وہ اپنے اندر سے ایک ایسی

جماعت تیار کریں جو علمی و عملی اعتبار سے سیاست وشریعت دونوں کی جامع ہو، یعنی اس جماعت کو شریعت وسیاست دونوں کا علم بھی ہو اور عمل بھی اس کے مطابق ہو، نہ تو ایسا ہو کہ تمام علماء سیاست میں لگ جائیں بلکہ صرف ایک جماعت بقدرِ ضرورت اس میں مشغول ہو اور نہ ہی ایسا ہو کہ سیاسی جماعت تو علماء کی تیار ہو کر میدان میں آ جائے لیکن وہ صرف شریعت کا علم رکھتی ہو، سیاست کا علم نہ رکھتی ہو یا صرف سیاست کا علم رکھتی ہو شریعت کا علم نہ رکھتی ہو، یا علم تو رکھتی ہو مگر شریعت وسیاست کسی ایک پر عمل نہ کرتی ہو، بلکہ وہ شریعت وسیاست میں علم وعمل دونوں کی جامع ہونی چاہئے۔

مگر اس مرحلہ پر یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ علماء کی ایک جماعت کا تیار کرنا صرف سیاست کے شعبہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ جتنے شعبے بھی فرضِ کفایہ ہیں خواہ وہ طب وحکمت کا شعبہ ہو یا زراعت وتجارت کا شعبہ ہو، ہر شعبہ کے متعلق یہی حکم ہوگا، یعنی اگر مثلاً اہلِ طب اپنے شعبہ سے متعلق شرعی احکام معلوم کرنے کے عادی نہ رہیں یا اہلِ زراعت علماء سے اپنے شعبہ سے متعلق شرعی احکام معلوم کر کے عمل کرنے کے عادی نہ رہیں یا کسی اور فرضِ کفایہ شعبہ کے افراد اہلِ علم سے اپنے شعبہ کے متعلق شرعی احکام معلوم کر کے عمل کرنے کے عادی نہ رہیں، ان سب شعبوں کے بارے میں یہی حکم ہوگا کہ اس شعبہ کے لئے علماء اپنے اندر سے ایک جماعت ایسی تیار کریں جو اس شعبہ سے متعلق شرعی احکام کے علم وعمل دونوں کی جامع ہو، تا کہ یہ اپنے علم کی روشنی میں اس شعبہ میں عملی خدمات سرانجام دے اور دوسروں کے لئے قابلِ تقلید نمونہ بنے۔

البتہ ایسے حالات پیدا ہونے کے بعد الاہم فالاہم کے قاعدہ کے تحت ضروری ہوگا کہ جس شعبہ کے فساد وبگاڑ کا تعلق دین سے زیادہ قریبی ہوگا اس شعبہ سے متعلق جماعت تیار کرنے کی ضرورت کی زیادہ تاکید اور تقدیم ہوگی، البتہ اس چیز میں اختلاف ممکن ہوگا کہ کس وقت کونسے شعبے کے بگاڑ وفساد کا تعلق دین کے زیادہ قریب ہے، ممکن ہے ایک شخص کے اجتہاد کی رُو سے سیاست کے بگاڑ وفساد کا تعلق دین سے زیادہ قریب ہو، اور دوسرے کے اجتہاد کی رو سے کسی اور شعبہ کے بگاڑ وفساد کا تعلق دین سے زیادہ قریب ہو، اور اسی طرح اس چیز میں بھی اختلاف کا امکان ہوگا کہ ایک شخص کے اجتہاد میں جماعت کے انتظام کی قدرت واستطاعت موجود ہو اور دوسرے کے اجتہاد میں موجود نہ ہو۔

لیکن بایں ہمہ علماء کی عظمت اور وقار کا تحفظ ضروری ہوگا اور علماء کی اس جماعت سازی اور اس جماعت کے عملاً سیاست میں شریک ہونے کے بعد ایسی چیزوں سے بچنے کا اہتمام نہایت ضروری ہوگا جو چیزیں

عوام کے دلوں سے علماء کی عظمت اور وقعت ختم کرنے کا باعث ہوں اور اگر بالفرض کسی وقت علماء کی جماعت کے سیاست میں عملاً شریک ہونے سے علماء کی عظمت اور وقعت عوام کے دلوں سے نکلتی ہو تو علماء کو سیاست سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے صرف تبلیغ پر اکتفاء کرنا ضروری ہو جائے گا، چنانچہ اسی نکتہ پر روشنی ڈالتے ہوئے حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو بعض حالات میں علماء کو سیاست میں حصہ لینے کا مشورہ دیا گیا ہے، اس سے مراد وہ صورت نہ سمجھی جاوے جو اس وقت بعض علماء نے اختیار کی ہے، اس سے دین کو کوئی فائدہ نہیں، بلکہ اصولِ شرعیہ و تجربہ سے اس کا بھی ایک خاص طریق ہے'' (البدائع ص ۶۰، ۶۱)

''تجربہ اس پر بھی شاہد ہے کہ عام سیاسی لیڈر مصالحِ ملکی (یعنی ملکی مصلحتوں) کو دین پر مقدم رکھتے ہیں، اور جب مصلحت و مذہب میں تعارض (اور ٹکراؤ) ہوتا ہے تو مذہب میں بعید سے بعید (یعنی دور دراز کی) تاویل کرنے میں دریغ نہیں کرتے، چنانچہ علماءِ مذکورین بھی اس میں مبتلا ہو رہے ہیں اور ان کی تاویل چونکہ برنگِ دین ہوتی ہے، اس لئے وہ عام مسلمانوں کو زیادہ غلطی میں مبتلا کرتی ہے، لہٰذا اس وقت طریقِ کار یہ مفید ہوسکتا ہے کہ سیاسی جماعت علیٰحدہ ہو اور مذہبی علیٰحدہ، اور مذہبی جماعت اپنا اصلی کام تبلیغ کا اس طرح انجام دے کہ مسلمانوں کی سیاسی جماعت کی نگرانی کرے کہ یہ سیاسی جماعت مسلمانوں کے حقوق کا گورنمنٹ سے مطالبہ کرتے وقت شریعت کے خلاف عمل نہ کر بیٹھے، اور چونکہ موجودہ زمانہ میں سیاسی جماعت مذہبی جماعت سے پوچھ کر عمل کرنے کی عادی نہیں رہی، اس لئے علماء کے ذمہ تھا کہ خود اس جماعت کے پاس پہنچتے اور احسن طریقہ سے تبلیغ کرتے............

اگر علماء اپنا اصلی کام تبلیغ ہی رکھتے اور اصل سیاست (علماء کے حق میں) یہی تھی کہ مسلمانوں کو سچا مسلمان بنا دیا جاوے تو آج (اپنے) جس وقار اور عظمت کے کھونے کی علماء شکایت فرماتے ہیں، اس سے عظمت اور وقار میں چار چاند لگ جاتے اور ثوابِ آخرت تبلیغ کا اور حفاظتِ دین کا مزید براں۔

لہٰذا اس زمانہ میں موجودہ طریقہ پر علماء کا سیاسی لیڈر کی حیثیت سے سیاست میں شریک ہونا میرے نزدیک سخت مضر ہو رہا ہے، جیسا کہ عرض کیا گیا کہ اس طرز میں لیڈروں کو مقابلہ کا

موقعہ دینے سے علماء کی وقعت اور عظمت مسلمانوں کے دلوں سے نکلی جارہی ہے، جو مسلمانوں کے دین کو ہمیشہ کے لئے مضر ہو رہی ہے اور اگر یہ حضرات تبلیغ فرما کر لیڈروں کو سنبھالتے تو اس طرز میں شرعی طریقہ پر ہندوستان میں مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت بھی ہوتی اور علماء کی عظمت بھی بڑھتی اور ہم خرما ہم ثواب کا مصداق ہوتا'' (البدائع ص۶۲،۶۳)

اگر چہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے یہ تفصیل قیامِ پاکستان سے پہلے اپنے زمانہ کی سیاست کے متعلق بیان فرمائی ہے مگر اس سے اصولی درجہ میں یہ بات معلوم ہوگئی کہ علماء کو سیاست میں آنے سے زیادہ اہم اور ضروری ہے کہ ان کی عظمت اور وقعت کو ٹھیس نہ پہنچے اور عوام الناس کے دلوں سے ان کا احترام واکرام نہ نکل جاوے، چنانچہ اگر آج بھی علماء کے سیاست میں آنے اور مروجہ سیاست میں عملاً حصہ لینے سے ان کی عظمت اور وقار عوام کے دلوں سے نکلتی ہو تو عملی سیاست سے الگ رہتے ہوئے دعوت وتبلیغ کے ذریعہ سیاسی لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنے کو ترجیح ہوگی۔

اور اگر خدانخواستہ علماء کی جماعت سیاست میں عملی طور پر شریک ہونے کے بعد سیاست ہی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالے اور دین کے احکام کو خود بھی نظر انداز کردے تو اس صورت کے ناجائز اور حرام ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہ ہوگا، جیسا کہ آج کل سیاست میں عملی طور پر مشغول رہنے والے بعض یا اکثر علماء کی حالت ہے کہ وہ سیاسی اکھاڑے میں آنے کے بعد دین کے احکام کو یکسر گویا کہ بھول ہی جاتے ہیں اور اپنی مدِّ مقابل سیاسی جماعت کی مخالفت میں وہی زبان بولے چلے جاتے ہیں جو خالص دنیادار سیاسی لیڈروں کی ہوتی ہے، اللہ اور اس کے رسول کے احکامات وارشادات کا کوئی ذکر تک بھی نہیں کرتے۔ آخرت، جنت اور دوزخ کی کوئی بات ان لیڈرانِ قوم کے سامنے نہیں رکھتے، اور وہی اقتدار ومنصب کے جھگڑے اور سیاست میں فتح وشکست اور اپنے مقابلین کو نیچا دکھانے کے لئے غیبت، بہتان والزام تراشی اور غلط بیانی، جھوٹ اور دیگر منکرات میں ابتلاء تک نوبت پہنچ جاتی ہے، اگر سیاست ان ہی چیزوں کا نام ہے تو پھر دینی اور دنیوی اور علماء وجہلاء کی سیاست میں کیا فرق رہ جائے گا؟

لہٰذا ان حالات میں مذکورہ مفاسد ومنکرات میں مبتلا علماء کی جماعت کو اپنے طرزِ عمل کا بنظرِ انصاف جائزہ لینا ہوگا۔

Idara Ghufran

علم کے مینار محمد امجد حسین صاحب

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

ہر چہ گیرد علّتی ......(قسط ۶)

امام حسن صنعانی رحمہ اللہ کا مرتبہ اس دور کے علماء ومحدثین میں وہی تھا جو اس وقت کے مشائخ وصوفیاء کرام میں حضرت علی ہجویری گنج بخش رحمہ اللہ کا تھا، ان کے والد ماوراء النہر (وسطی ایشیا) سے لاہور آئے تھے، امام صنعانی رحمہ اللہ کی پیدائش لاہور میں ہی ۵۷۷ھ میں ہوئی۔ [۱] آپ کی کتاب ''مشارق الانوار'' اس پہلے تعلیمی عہد میں علمِ حدیث کی بنیادی نصابی کتاب تھی، پیچھے ہم ذکر کر آئے ہیں کہ اس پہلے تعلیمی عہد میں جو ساتویں صدی سے نویں صدی تک پھیلا ہوا ہے کون کون سے علوم وفنون کی تعلیم وتدریس رائج تھی، اب وہ کتابیں ملاحظہ ہوں جو مذکورہ علوم وفنون کی اس عہد میں نصاب کی حیثیت سے رائج تھیں۔

نحو میں مصباحؔ، کافیہؔ، لبؔ الالباب (قاضی بیضاوی کی) اور کچھ عرصہ بعد ارشادؔ (قاضی شہاب الدین کی)

---

[۱] آپ لغت کے بھی امام ہیں، لغت میں جوہری کی صحاح کا تکملہ آپ نے لکھا تو اس سے ایک جہاں مستفید ہوا، لغت پر آپ کی مستقل کتابیں بھی ہیں، جن میں سے ''العباب الذاخر'' سے آج تک استفادہ جاری ہے، سیوطی نے ''بغیۃ الوعاۃ'' میں آپ کے بارے میں لکھا ہے ''کان الیہ المنتھیٰ فی اللغۃ'' یہاں اس بات کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ صنعانی رحمہ اللہ نے اس ''العباب'' کی تکمیل ابھی نہیں کی تھی (میم تک شاید پہنچی تھی) کہ ان کو موت کا سفر پیش آ گیا (اللہ تعالیٰ ان کی روح پر فتوح پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں) تب اسی العباب اور ابنِ سیدہ کی المحکم کو سامنے رکھ کر مجد الدین فیروز آبادی نے ساٹھ جلدوں میں لغت لکھی، پھر خود ہی اس کا خلاصہ قاموس کے نام سے کر دیا، اور قاموس کو دنیائے اسلام میں جو قدر ومنزلت حاصل ہوئی حتی کہ بعد میں مستشرقین نے جس طرح اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور آج تک یوں ہی یہ متداول چلی آ رہی ہے اس سے اس کی اہمیت ظاہر ہے پھر اس قاموس کی شرح اس خاکِ ہند کے ایک عالم علامہ مرتضیٰ زبیدی (جن کا تذکرہ ہم دوسرے دور میں کریں گے) نے ''تاج العروس'' کے نام سے ۱۰ جلدوں میں لکھی، فیروز آبادی سیاحت میں رہتے تھے، ہندوستان بھی آئے اور یہاں ان کو سر آنکھوں پر بٹھایا گیا، اس طرح لغت کا عظیم الشان کام جو ''العباب'' کے نام سے ایک ہندی عالم نے شروع کیا تھا، زبیدی کی تاج العروس کی صورت میں اس کی تکمیل بھی اسی سرزمینِ ہند کے ایک سپوت نے کی۔ بہرحال حسن صنعانی رحمہ اللہ کا علمِ حدیث میں کام بہت پھیلا ہوا ہے، مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی نے طبقات حنفیہ میں صنعانی کے دو اور رسالوں کا بھی ذکر کیا ہے جو موضوع احادیث پر ہیں۔ مشارق الانوار کا ذکر ہوا ہے تو یہاں یہ بات بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگی کہ مشارق الانوار جو بخاری ومسلم کی قولی احادیث کا مجموعہ ہے اور تقریباً سوا دو ہزار (2246) احادیث پر مشتمل ہے یہ کتاب صنعانی رحمہ اللہ نے بغداد میں خلیفہ مستنصر باللہ عباسی کے حکم سے لکھی، یہ بھی منقول ہے کہ خلیفہ موصوف نے سب سے پہلے خود یہ کتاب شیخ صنعانی رحمہ اللہ سے پڑھی، شیخ صنعانی رحمہ اللہ کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ سلطان شمس الدین التمش کے پاس خلیفہ کا وہ اہم فرمان آپ ہی لے کر آئے تھے جس میں سلطان کی حکومت کی دربارِ خلافت سے توثیق تھی اور اس کی خود مختاری کو تسلیم کیا گیا تھا، التمش کے بعد اس کی بیٹی سلطانہ رضیہ کے دربار میں بھی آپ خلیفہ کے سفیر بن کر آئے تھے (باقی اگلے صفحہ پر)

اور مفصل (زمخشری کی) پڑھی پڑھائی جاتی تھیں، فقہ میں قدوری، مجمع البحرین، ھدایہ، اصولِ فقہ میں منار، اور اس کی شروح اور اصولِ بزدوی، تفسیر میں مدارک، بیضاوی، کشاف، تصوف میں فوارض، فصوص الحکم (ابنِ عربی کی) اور ایک عرصہ بعد، نقد النصوص، حدیث میں مشارق الانوار، مصابح السنۃ، لغت وادب میں مقاماتِ حریری، منطق میں شرح شمسیہ، علمِ کلام میں شرح صحائف، اور تمہید (ابوشکور سالمی کی) معانی، بیان، بدیع کے لئے سکاکی کی مفتاح العلوم کی تعلیم وتدریس رائج تھی، اسی طرح طب وفلسفہ میں بعض مقامات پر ابنِ سینا کی قانون وشفا کا پتہ چلتا ہے، کیونکہ مورخ بدیوانی نے ایک گجراتی عالم وجیہہ الدین کی درسیات میں ان کتابوں کا تذکرہ کیا ہے، اور تفاسیر میں مذکورہ تفسیروں کے علاوہ چند دیگر تفاسیر مثل تفسیر نیشاپوری، تفسیر عرائس البیان وغیرہ کا نام بھی بعض تذکروں میں ملتا ہے، فتاویٰ کی تدوین کے سلسلہ میں اس عہد کا اہم کام فتاویٰ تاتارخانیہ اور فتاویٰ حمادیہ کی تصنیف واشاعت ہے، [۱]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مشارق الانوار کی حسنِ قبولیت دیکھئے کہ علامہ ابنِ ھمام رحمہ اللہ کے جانشین ولائق شاگرد علامہ قاسم قطلو بغا، فیروز آبادی صاحبِ قاموس، اکمل الدین بابرتی اور کرمانی جیسے ائمہ حدیث ولغت اور فقہ نے اس کی شروحات لکھیں، (تفصیلات کشف الظنون میں ہیں) آج یہ زمانے کی کم سوادی ہے کہ بہت کم لوگ یہ جانتے ہیں کہ مشارق الانوار کے مصنف خاکِ ہند سے پیدا ہوئے، لاہور میں پلے بڑھے، آپ کی وفات بغداد میں ۶۵۰ھ میں ہوئی۔ سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ نے شیخ صنعانی رحمہ اللہ کے بارے میں فوائد الفواد میں فرمایا ہے ''اگر حدیث براو مشکل باشدے رسول اللہ ﷺ را در خواب دیدے'' (فوائد الفواد ص ۱۰۳) سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ نے مشارق الانوار کمال الدین زاہد رحمہ اللہ سے پڑھی تھی جو برہان الدین بلخی رحمہ اللہ کے واسطے سے صنعانی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے، فوائد الفواد (جو شیخ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کے ملفوظات ہیں) سے اس عہد کی مذہبی حالت کے ساتھ ساتھ علمی سرگرمیوں پر بھی کچھ روشنی پڑتی ہے، مثلاً دہلی کے علمی ودینی ماحول اور باکمال علماء کی کثرت اس ملک میں اسلام کی حکومت کے اس بالکل ابتدائی عہد میں کس شان کی تھی، صنعانی رحمہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے فوئد الفواد میں فرماتے ہیں ''دراں ایام در حضرت دہلی علماء کبار بودند باہمہ (صنعانی) در علوم متساوی بود اما در علم حدیث از ہمہ ممتاز وہیچ کس مقابل او بنود (ص ۱۰۴) ترجمہ: دلی میں اس زمانے میں بڑے بڑے علماء تھے، جو علوم میں صنعانی رحمہ اللہ کے ہم پلہ تھے، لیکن صنعانی رحمہ اللہ کو علمِ حدیث میں سب پر امتیاز حاصل تھا، اس علم میں ان کی ٹکر کا کوئی دوسرا نہ تھا۔

[۱] تاتارخانیہ امیر تاتارخان کی طرف منسوب ہے، جو فیروز تغلق (عہدِ حکومت ۷۵۲ھ تا ۷۹۰ھ) کا وزیر تھا، امیر تاتارخان کے حکم سے مولانا عالم نے چار ضخیم جلدوں میں یہ فتاویٰ مرتب کیا، حلب (شام) کے ایک عالم نے اس کا خلاصہ بھی تیار کیا تھا (کشف الظنون) فتاویٰ حمادیہ ایک جلد میں ہے، اس کے مؤلف ابوالفتح رکن بن حسام المفتی الناگوری ہے، جس سے مصنف کے ساتھ ساتھ اس کے والد کا مفتی ہونا بھی معلوم ہوتا ہے، یہ کتاب گجرات (نہروار) کے قاضی حماد کے منشاء پر لکھی گئی تھی، اس لئے مصنف نے انہی کے نام پر اس کا نام رکھا، قاضی حماد کو اس وقت کی حکومت نے ''نعمانِ ثانی'' کا خطاب دیا تھا، اسی طرح ایک تیسرا مجموعہ جونپور میں فتاویٰ ابراہیم شاہی کے نام سے مرتب ہوا تھا، یہ تینوں فتاویٰ حکومت کے اہتمام سے غالباً عدالتی ضروریات کے تحت مرتب کئے گئے تھے، لیکن فتاویٰ تاتارخانیہ اور حمادیہ کا فیض پھر اسی حد تک نہ رہا بلکہ یہ درسگاہوں، تعلیمی اداروں اور علماء وفقہاء کے حلقوں میں شرعی احکام کا فیض پہنچانے لگا اور آج تک یہ فیض جاری ہے۔

مذکورہ نصابی کتب میں بعض ابتدائی و درمیانی درجے کی ہیں بعض تکمیلی درجے کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی بنیادی تعلیم کے بعد آگے علم کے دو مرحلے تھے، ایک عمومی درجہ علم اور دوسرا تکمیلی درجہ علم یعنی درجہ فضل، [1] اور ابتدائی تعلیم جو عمومی بنیادی تعلیم کے طور پر رائج تھی اور گلی محلوں کی سطح پر اس کا انتظام تھا اور گھر گھر اس کا چرچا تھا، اس کا ایک حصہ تو ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم تھی، اور دوسرا حصہ ناظرہ وغیرہ کے بعد فارسی ادب وانشاء کی تعلیم تھی، اس فارسی تعلیم کا مقصد وہی ہوگا جو آج کل پرائمری اور مڈل تک کی تعلیم کا ہے، کہ لکھنا پڑھنا آجائے، اچھی عادات وشمائلِ اخلاق سے واقفیت ہوجائے اور دنیا کے عام امور اور ضروری چیزوں سے واقفیت ہوجائے تاکہ عملی زندگی میں داخل ہونے سے پہلے زندگی اور اس کے تقاضوں اور ایک مسلمان کی زندگی کا طرز وطریقہ ان چیزوں میں اس بچے کو بصیرت حاصل ہوجائے جس سے ایک طرف وہ ایک اچھا مسلمان بنے تو دوسری طرف معاشرے کے لئے کارآمد اور ذمہ دار فرد بن کر ابھرے، ناظرہ، قاعدہ اور ایمانیات کی ضروری باتیں جن سے ایک مسلمان بچے کی تعلیم کا آغاز ہوتا تھا، اس باب میں ہندی مسلمان کیا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے، اس کا اندازہ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کی ابتدائی تعلیم کے واقعہ سے ہوسکتا ہے اور اس طرح کے واقعات اس دور کی تاریخ میں بہت ملتے ہیں، فوائد الفواد میں سلطان المشائخ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ نے بدایوں میں جو آپ کا پیدائشی وطن تھا، ایک نومسلم مقری (قرآن پڑھانے والا استاد) سے ناظرہ قرآن پڑھا تھا، یہ نومسلم مقری لاہور کے ایک مقری کے آزاد کردہ غلام تھے اور قرآن اس نے اپنے لاہوری آقا سے پڑھا تھا، پھر بدایون آکر آزاد ہونے کے باوجود اپنے آقا والا مشغلہ (قرآن کی تعلیم کا) ہی اختیار کیا۔ سنئے ہو اس نومسلم مقری کی ظاہری اور باطنی صلاحیت کس درجے کی تھی؟ لکھا ہے ''قرآن بہفت قرأۃ یاد داشت'' کہ ساتوں قرأتوں میں قرآن پڑھنے پر عبور رکھتے تھے، اور باطنی مرتبہ یہ تھا کہ حضرت سلطان المشائخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو اُن سے تھوڑا بھی قرآن مجید پڑھ لیتا تھا اس کو تمام قرآن حاصل ہوجاتا، اسی طرح نزہۃ الخواطر میں سلطان علاؤالدین خلجی (جو سلطان المشائخ کے ہم عصر تھے) کے عہد کے ایک مقری کا بھی ذکر ہوا ہے کہ دلی کے لوگوں کو قرآن پڑھاتے اور ساتوں قرأتوں پر عبور رکھتے تھے، ناظرہ کے بعد خط وانشاء، ادبی ذوق، اخلاقی تربیت اور عمومی معلومات وتعلیم کے لئے فارسی کی کتابیں

---

[1] ملاحظہ ہو ''چوں در علم فقہ واصولِ فقہ استحضارے حاصل کرد شروع در علم فضل کرد (میر خورد ص ١٠١)

پڑھی پڑھائی جاتی تھیں، کیونکہ انگریز سے پہلے اسلامی ہندوستان کی دفتری، علمی اور سرکاری زبان فارسی تھی، موجودہ اردو کا تو اس وقت وجود بھی نہ تھا، یہ فارسی کی تعلیم ہند کے اسلامی معاشرے میں کتنی عام تھی اور مسلمانوں کا گھر گھر اس سے کس قدر واقفیت رکھتا تھا، اور سب عام وخاص فارسی لٹریچر سے کیا دلچسپی رکھتے تھے، اس کا اندازہ ''سیر المتاخرین (طباطبائی کی)'' کے بیان کردہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ بنگال کے مداری اور بازیگر دلی میں آ کر کرتب اور مداریاں دکھاتے تھے جن میں سے ایک کرتب یہ تھا:

''کلیات سعدی شیرازی آوردند بکیسہ گذاشتہ چو برآوردند دیوانِ حافظ برآمد آں راچوں بکیسہ بردند دیوانِ سلمان سارجی برآمد باز چوں کیسہ نمودند دیوان انوری ہم چناں چند مرتبہ کتاب را کیسہ کردند و ہر مرتبہ کتاب دیگر برآوردند'' (سیر المتاخرین ج۱ص ۳۴۵)

ترجمہ:''یہ مداری سعدی شیرازی کی کلیات اپنی قمیص وغیرہ میں چھپاتے جب نکالتے تو بجائے کلیات سعدی کے دیوانِ حافظ برآمد ہوتی، پھر دیوان حافظ قمیص وغیرہ کے پلو میں چھپاتے تو دیوانِ سلیمان نکال لاتے، پھر جب وہ اپنا کیسہ دکھاتے تو دیوانِ انوری نظر آتی، اس طرح بار بار کرتے کہ چھپاتے ایک کتاب ہوتے تھے اور نکالتے دوسری کتاب تھے''

یہ نظر بندی کا ناٹک تھا یا کیا تھا معلوم نہیں لیکن اے عقل وخرد کے وارث لوگو! ذرا یہ تو دیکھو کہ جس معاشرے کے مداری اور بازیگر جو علم وفن سے کورے ولا پرواہ ہوتے ہیں، ان کے علمی وادبی ذوق کا یہ عالم تھا کہ وہ ناٹک میں اس پائے کے ادبی فارسی دیوان پیش کرتے تھے تو اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ معاشرے میں یہ کتابیں اور لٹریچر کتنا عام اور کتنا متعارف تھا؟

مداری تک اس سے شغل رکھتے اور بازاری تماشہ گران جانی پہچانی کتابوں کے متعلق اس انداز کا کھیل دیکھ کر اپنے ذوق کو تسکین پہنچاتے تھے۔

بقول حضرت گیلانی!

''آج انگریزی تعلیم کا جتنا رواج ہو چکا ہے تو کیا وہ بھی اس حد تک پہنچ سکی کہ شیکسپئر، ٹینی سن، سورتھ اور ملٹن وغیرہ کے نظموں کی کتابوں پر مشتمل ایسے کسی تماشے میں عام آدمی کو کوئی دلچسپی ہو سکے''

(جاری ہے............)

تذکرۂ اولیاء مولانا محمد امجد حسین

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

تصوف کے مشہور سلسلوں کا تاریخی پسِ منظر (قسط۲)

ہدایت وضلالت کا یہ تقابل اور گمراہ لوگوں کی تباہی کا یہ سلسلہ بہت پرانا ہے۔گذشتہ امتوں کے متعلق جو بنی اسرائیل سے پہلے کی ہیں ہم اس اجمالی ذکر پرہی اکتفاء کرتے ہیں۔ بنی سرائیل کے حالات چونکہ نسبتاً زیادہ واضح ہیں اور جونکتہ ہم بیان کررہے ہیں اس کی جھلک ان کے سلسلۂ رسالت اور دین وملت میں کافی نمایاں ہے اس لئے اس کوتھوڑا سامزید کھولا جاتا ہے، پھرہم اسلامی دور کی طرف متوجہ ہونگے ،اور آقائے نامدار حضور رسالتمآب ﷺ کی آفاقی نبوت کے کمالات وبرکات اور ملتِ مرحومہ امتِ مسلمہ کی (جوخیرالامم ہے)اسلام کے فیوضات کواخذ کرکے جوصلاحیتیں اورثمرات ہدایت کے مختلف شعبوں میں تاریخِ اسلامی کے مختلف ادوار میں ظاہرہوئیں خصوصاً تصوف کے حوالے سے ان کا ذکر کریں گے۔

بنی اسرائیل کی تاریخ اوران کے ابتدائی حالات کا قرآن مجید اورخود اسرائیلی ماٰخذ سے جونقشہ سامنے آتا ہے،اس میں ہم دیکھتے ہیں کہ قدیم مصر ایک زبردست تہذیب وتمدن کا گھوارہ تھا،فراعنہ کے مختلف خاندان صدیوں یہاں کامیابی سے حکومت کرتے رہے، ان کی مستحکم وپائیدار سلطنتیں تھیں جن میں کسی ضعف وکمزوری کے دوردور تک آثارنہیں تھے، پہلے ان کے جوبھی اخلاقی ومذہبی حالات تھےاس کی تفصیل میں جائے بغیر یہ دیکھا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے پہلے ایک عرصہ سے یہ سلطنت کیا حیثیت اختیار کرچکی تھی اور کیا رنگ وروپ ڈھال چکی تھی؟فرعون طاقت کے گھمنڈ اور مادی وسائل واسباب کی فراوانی کی ترنگ میں آکرخدائی کا دعویدار بن بیٹھا تھااس کی قبطی قوم تہذیب وتمدن اورطاقت وسطوت کے نشے میں مبتلا ہوکرتکبر واتراہٹ کی شکارتھی اور زیردست وکمزورقوموں پر(جن میں سبطی قوم یعنی بنی اسرائیل سرفہرست تھی)جبروقہرڈھانے میں فرعونِ وقت کی ہمنواتھی،قرآن مجید نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے پہلے اورآپ کی بعثت کے بعدان کے جن جن مظالم اورطغیان وسرکشی کے سیاہ کارناموں کی خبردی ہے اور بنی اسرائیل کی مظلومیت اور موسیٰ علیہ السلام کی طرف ان کا رجوع اورشکوہ شکایت اورموسیٰ علیہ السلام کا ان کوتسلی دینا اورصبروثابت قدمی کی تلقین کرنا بیان کیا ہے، وہ بہت ہی دلدوز، رقت آمیز وعبرت انگیز مناظر ہیں،لیکن اس کے باوجوان کوڈھیل پرڈھیل مل رہی ہے، اوراتنے بڑے

بڑے انسانی جرائم کے باوجود بھی کوئی بڑا عذاب بھیج کر عاد وثمود کی طرح ان کا تیاپانچا کرنے کی بجائے چھوٹے وقتی اور عارضی عذاب یکے بعد دیگرے بھیجے جاتے رہے تاکہ کسی طرح وہ عبرت پکڑیں اور حق کی طرف لوٹ آئیں اور سرکشی وکفر کو چھوڑ دیں۔اس طرح کے سات عذاب پے درپے ان پر آتے ہیں جن کو قرآن مجید نے سورہ اعراف میں بیان کیا ہے (دیکھئے الاعراف آیت ۱۲۹ تا ۱۳۳)

اس موقعہ پر قرآن مجید نے اپنی ایک اصطلاح ذکر کی ہے جو کئی دوسرے مقامات پر دیگر مختلف واقعات کے لئے بھی قرآن مجید استعمال کرتا ہے اور اس قصے کی یہ اتنی تمہید اصلاً ہم نے اسی امرِ خداوندی (جو اس اصطلاح سے مقصود ہے) کی وضاحت کے لئے ہی باندھی ہے جو ہمارے مبینہ نکتے کی دلیل بنتی نظر آ رہی ہے قرآن مجید کی یہ اصطلاح ''اجل'' یا ''اجل مُسمّٰی'' ہے۔

پہلے سورہ اعراف کی یہ آیت (نمبر ۱۳۵) ملاحظہ ہو:

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰی اَجَلٍ هُمْ بَالِغُوْهُ اِذَاهُمْ يَنْكُثُوْنَ ۝

ترجمہ:''پھر جب ہم نے اٹھالیا ان سے عذاب ایک خاص مدت تک کے لئے جس کو وہ پہنچنے والے تھے تو وہ فوراً ہی اپنے عہد کو توڑ ڈالتے''

یہ اجل یعنی مدت جس کو وہ پہنچنے والے تھے وہی تھی جو بحر احمر میں پورے فرعونی لاؤلشکر، حکومت وطاقت اور سطوت وجبروت کی غرقابی کی صورت میں آگے ظاہر ہونے والی تھی (ماجدی ج۲ آیتِ مذکورہ)

اس سے استدلال یہ ہے کہ عالمِ خلق میں جس طرح برسات وخزاں اور رات ودن کے الگ الگ اوقات وزمانے اور دائرے واحاطے ہیں ایک میں دوسرے کے مظاہر رونما نہیں ہوتے اور جب دوسرا آ جائے تو اس پہلے کا نام ونشان نہیں رہتا اسی طرح عالمِ امر میں ہر نظام ہر تہذیب وتمدن ہر حکومت ہر معاشرے کے نشو ونما پانے، پھلنے پھولنے، کمال تک پہنچنے، بگاڑ در آنے اور پھر فنا کے گھاٹ اتر کر زوال آشنا ہونے کے لئے لوحِ محفوظ لکھنے والے رب نے ایک اجل ومیعاد رکھی ہے وہ میعاد پوری ہو کر رہتی ہے، اس وقت تک اس نقشے کو کوئی مٹا نہیں سکتا، اور جب وہ اجل مسمیٰ آن لگے جو اس نقشے کے ظاہر ہونے سے بھی پہلے مقدر ہو چکی تھی تو پھر اس نقشے کو ملیا میٹ ہونے سے کوئی چیز بچا نہیں سکتی یا تو یہ چیز سماوی گرفت وآفتوں سے فنا کے گھاٹ اترتی ہے یا زمینی وتشریعی اسباب اللہ تعالیٰ اس پر مسلط کر کے اس کے ذریعے اسے ریت کی دیواروں کی طرح ڈھا دیتے ہیں۔ ؎

وَهٰذَاالَّذِىْ تَرَكَ الْاَوْهَامَ حَائِرَةً وَصَيَّرَ الْعَالِمَ النَّحْرِيْرَ زِنْدِيْقاً

Idara Ghufran

یہ بظاہر عروج وزوال اور جرم وسزا کے معاملے میں قدرت کا ضابطہ معلوم ہوتا ہے لیکن بنظرِ غائر دیکھا جائے تو اس کے ضمن میں زندگی کے سارے ہنگامے اور امور کے نقشے آتے ہیں جیسے آگے اسلامی تاریخ میں ہدایت کے مختلف شعبوں کا مختلف ادوار میں کمال تک پہنچنے سے معلوم ہوگا۔اب ضمناً قرآن مجید کی اس جامع اصطلاح ''اجل'' یا ''اجل مُسمّٰی'' کی وضاحت قرآنی لغت کے ماہرین سے ملاحظہ ہو:

> ''ہر قوم کو دنیا میں کام کرنے کا جو موقعہ دیا جاتا ہے اس کی ایک اخلاقی حد مقرر کردی جاتی ہے، بایں معنیٰ کے اس کے اعمال میں خیر وشر کا کم سے کم تناسب برداشت کیا جاسکتا ہے جب تک ایک قوم کی بری صفات اس کی اچھی صفات کے مقابلہ میں تناسب کی اس آخری حد سے فروتر رہتی ہیں اس وقت تک اسے اس کی تمام برائیوں کے باوجود مہلت دی جاتی رہتی ہے اور جب وہ اس حد سے گذر جاتی ہے تو پھر اس بدکار، بدصفات قوم کو مزید کوئی مہلت نہیں دی جاتی'' (فرہنگ اصطلاحات قرآن ص۱)

اس وضاحت سے اجل کا مفہوم قوموں، جماعتوں اور معاشروں کے کسب وعمل کے دورانیوں کے متعلق سامنے آ گیا، رہا افراد کا معاملہ تو وہ اس سے بھی زیادہ واضح ہے ہر انسان کی زندگی کا دورانیہ اور اس کی موت مقدر ہے، کون فردِ بشر اس سے انکار کرنے کی مجال رکھتا ہے، جبکہ وہ سامنے کی چیز ہے، خداوند قدوس کے منکر تو ملیں گے لیکن موت کا کوئی منکر بھی کبھی نظر پڑا ہے؟ اتنی بدیہی حقیقت ہونے کی وجہ سے ہی تو قرآن مجید نے اسے ''الیقین'' کے نام سے موسوم کیا ہے، فرمایا ''وَاعۡبُدۡ رَبَّکَ حَتّٰی یَاۡتِیَکَ الۡیَقِیۡنُ (الآیۃ،الحجر)'' اور اجل کی اصطلاح قرآن فرد کی موت کے لئے بھی استعمال کرتا ہے، اور اصول دونوں جگہ ایک ہی کارفرما ہے کہ وہ اجل موعودہ خواہ فرد کی ہو یا قوم کی جب آن پہنچتی ہے تو کچھ بھی تقدیم وتاخیر کی گنجائش نہیں رکھتی ''اِذَاجَاءَ اَجَلُهُمۡ لَایَسۡتَاۡخِرُوۡنَ سَاعَةً وَّلَایَسۡتَقۡدِمُوۡنَ (الآیۃ اعراف)'' اور ایک تیسری اجل خود اس نظامِ کائنات کی بھی ہے وہ بھی جب آن لگے گی تو آگے پیچھے نہ ہوگی، اور عالمِ دنیا کا خاتمہ ہو کر آخرت وقیامت کا عالم قائم ہو جائے گا، اجل مسمیٰ پہنچنے کے بعد مزید مہلتِ عمل نہ ملنا اور موخر نہ ہونا سابقہ دونوں کے ساتھ اس تیسری (یعنی عالمِ دنیا) میں بھی قدرِ مشترک ہے، چنانچہ عالمِ دنیا کی جان کنی کا آغاز سورج کے طلوعِ مغرب سے ہوگا، اور اس کے ساتھ ازروئے حدیث توبہ کے دروازے بند ہو جائیں گے، جو جس حالت میں تھا مومن یا کافر، مطیع یا نافرمان اسی پر رہے گا، اب توبہ قبول نہ ہوگی۔

(جاری ہے............)

پیارے بچّو! مفتی ابو ریحان

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

پرانے اور آج کے کھیل (قسط۲)

پکڑم پکڑائی کا کھیل

پیارے بچو! پہلے زمانے میں ایک کھیل '' پکڑم پکڑائی'' کے نام سے مشہور تھا، یہ بہت سادہ کھیل تھا، اس کھیل میں سب بچے جمع ہو جاتے تھے اور ایک بچہ دوسرے بچوں کو ان کے پیچھے بھاگ کر پکڑنے کی کوشش کیا کرتا تھا، اور جس بچے کو بھی وہ پکڑ لیتا تھا پھر اس بچے کی ذمہ داری ہوتی تھی کہ وہ دوسروں کو بھاگ کر اسی طرح پکڑے جس طرح پہلے والا بچہ پکڑتا تھا، اس کھیل میں ہر بچہ سامنے اور دائیں بائیں بھاگ کر پکڑنے والے بچے سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کیا کرتا تھا اور پکڑنے والا دوسروں کو پکڑنے کی کوشش کیا کرتا تھا، اور کھیل کا یہ سلسلہ بہت دیر تک چلتا رہتا تھا، زیادہ تر یہ کھیل مغرب کے بعد اور عشاء سے پہلے کھیلا جاتا تھا۔

پیارے بچو! اس کھیل میں بھاگنے اور دوڑنے سے بچوں کی بہت اچھی ورزش ہوا کرتی تھی اور یہ کھیل صحت اور تندرستی کے لئے بہت زیادہ فائدہ مند تھا، اس طرح کے کھیلوں سے جسم پھرتیلا ہو جایا کرتا تھا، اور جسم میں فضول چربی نہیں جمع ہوتی تھی، اور بچے کھیلنے کے بعد اپنے آپ کو ہلکا پھلکا محسوس کیا کرتے تھے ، اس قسم کے کھیل دل، دماغ اور جسم کے لئے بہت زیادہ فائدہ مند ہوا کرتے تھے، آج کل بچوں میں اس قسم کے کھیلوں کا شوق اور رواج ہی نہیں رہا، آج کل تو ایسے کھیل کھیلے جاتے ہیں جن کو کھیل کہنا بھی مشکل ہے، خود کھیلنے کے بجائے زیادہ تر تماشہ بینی ہوتی ہے، جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ٹیلی ویژن میں آنے والے پروگراموں میں جو فضول اور مہمل کھیل آتے ہیں بچے انہیں صرف تماش بین بن کر دیکھتے ہیں، تو اس طرح کھیلنے کا مقصد کہاں حاصل ہوتا ہے، اور اگر آج کل بچے کوئی کھیل کھیلتے بھی ہیں تو اکثر ایسے کھیل کھیلتے ہیں جن میں نہ دل ودماغ کا کوئی فائدہ ہوتا اور نہ ہی جسم کو کوئی فائدہ پہنچتا، مثلاً ویڈیو گیم کھیل لیا، یا اسی طرح کا کوئی اور کھیل کھیل لیا، ظاہر ہے کہ ان کھیلوں سے نہ جسم کی ورزش ہوتی ہے اور نہ ہی

Iqra Ghufran

دل ودماغ کو سکون اور تازگی ملتی ہے، بلکہ دل ودماغ پر الٹا بوجھ ہی پڑتا ہے۔

دائیں مچونا کا کھیل

پیارے بچو! پہلے زمانے میں ایک کھیل ''دائیں مچونا کا کھیل'' کے نام سے مشہور تھا، بعض بچے اس کھیل کو ''چھُپن چھپائی کا کھیل'' بھی کہتے تھے، اس کھیل کا طریقہ یہ ہوا کرتا تھا کہ ایک بچہ خاص جگہ دیوار وغیرہ کی طرف منہ کر کے اور آنکھیں بند کر کے کھڑا ہو کر ایک سے دس تک بلند آواز سے گنتی گنا کرتا تھا اور کبھی اس سے زیادہ مرتبہ، اتنی دیر میں دوسرے بچے اپنی اپنی جگہ تلاش کر کے چھپ جایا کرتے تھے، بچو پہلے زمانے میں گھر بڑے بڑے ہوا کرتے تھے اس لئے چھپنے کی جگہیں بہت زیادہ ہوا کرتی تھیں، وہ بچہ اپنی گنتی پوری کرنے کے بعد چھپے ہوئے بچوں کو تلاش کرنے کے لئے آتا تھا، اور جو بچہ سب سے پہلے چھپا ہوا نظر آجایا کرتا تھا، پھر اس کے بعد تلاش کرنے کا نمبر اس نظر آنے والے بچہ کا ہوا کرتا تھا، یعنی پھر یہ بچہ اس خاص جگہ جا کر مخصوص تعداد میں گنتی گن کر دوسرے چھپے ہوئے بچوں کو تلاش کیا کرتا تھا۔ اس کھیل میں ہر بچہ اپنے چُھپنے کے لئے اپنے دماغ سے ایسی جگہ تلاش کیا کرتا تھا جہاں تلاش کرنے والے بچہ کو پتہ نہ چل سکے۔

پیارے بچو! اس کھیل سے بچوں میں دوسرے سے چھپنے اور دوسروں کو تلاش کرنے کی مہارت پیدا ہوا کرتی تھی، اور بچوں کے دماغ کی صلاحیتیں ابھرا کرتی تھیں۔

ڈلالکھوئی کا کھیل

پیارے بچو! پہلے زمانے میں ایک کھیل ڈلالکھوئی کے نام سے مشہور تھا، یہ کھیل عام طور پر سردی کے موسم میں زیادہ تر رات کے وقت کھیلا جایا کرتا تھا، جس کا طریقہ یہ ہوا کرتا تھا کہ سب بچے گول دائرہ بنا کر اور رضائی کمبل وغیرہ اوڑھ کر بیٹھ جاتے تھے اور ایک مٹی کا چھوٹا سا ڈھیلا ساتھ میں لے لیتے تھے، ایک بچہ مقرر کر دیا جاتا تھا جو کپڑے سے باہر منہ نکال کر بیٹھ جاتا تھا اور باقی بچے کپڑے کے اندر منہ کر کے وہ ڈھیلا کسی بھی ایک بچے کے ہاتھ کی مٹھی میں دے دیا کرتے تھے، اور اس کے بعد سارے بچے مٹھی بند کر کے اپنے دونوں ہاتھ اور منہ کپڑے سے باہر نکال لیا کرتے تھے اور اس ایک بچہ کی یہ ذمہ داری ہوتی تھی کہ وہ سب بچوں کی بند مٹھیوں کو دیکھ کر اور سب بچوں کی طرف گردن گھما کر اور ان کے چہروں کو دیکھ کر یہ بتلائے کہ ڈھیلا کون سے بچے کے ہاتھ میں ہے، وہ ڈھیلا اتنا چھوٹا ہوا کرتا تھا کہ مٹھی میں دبا لینے کے بعد پتہ نہیں

چل پاتا تھا کہ کس بچے کی مٹھی خالی ہے اور کس بچے کی مٹھی میں ڈھیلا موجود ہے۔

پیارے بچو! اس کھیل کے ذریعہ سے ایک دوسرے کے چہرے کے تاثرات سے بچوں کو اندر کے چھپے ہوئے راز کو سمجھنے اور اپنے راز کو دوسرے سے چھپا کر رکھنے کی صلاحیت پیدا ہوتی تھی۔

گول گھومنے کا کھیل

پیارے بچو! پہلے زمانے میں ایک کھیل زمین پر کھڑے ہوکر تیزی سے گول گھومنے کا ہوتا تھا، اس کھیل میں بچہ زمین پر کھڑا ہوکر بہت تیزی سے دیر تک گھومتا رہتا تھا، اور فارغ ہونے کے بعد زمین پر کھڑا ہونا پڑتا تھا، کیونکہ تیزی سے دیر تک گھومنے سے تھوڑی دیر کے لئے چکر آنے لگتے ہیں اور دائیں بائیں کی سب چیزیں گھومتی ہوئی نظر آتی ہیں اور زمین پر کھڑا رہنا مشکل ہوتا ہے۔ اس کھیل کو کبھی دو بچے مل کر بھی اس طرح کھیلا کرتے تھے کہ تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر کھڑے ہوکر اور اپنا ہاتھ دوسرے کی طرف بڑھا کر دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ مضبوط پکڑ لیتے تھے اور پھر ہاتھ پکڑے پکڑے تیزی سے گھومتے تھے۔ اس کھیل میں ایسا بھی ہوتا تھا کہ بڑا بچہ دوسرے چھوٹے بچے کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اس کو زمین سے اٹھا کر تیزی سے گھمایا کرتا تھا اور خود بھی ساتھ میں گھومتا رہتا تھا، کافی دیر تک اس طرح گھومنے کے بعد دوسرے کا ہاتھ چھوڑ دیا کرتا تھا اور دونوں بچوں کا زمین پر کھڑے ہوکر مقابلہ ہوتا تھا کہ کونسا بچہ کھڑا رہتا ہے اور کونسا بچہ چکرا کر زمین پر بیٹھ جاتا ہے۔

پیارے بچو! اس کھیل میں پورے جسم کی ورزش کا ہونا آپ کو اچھی طرح سمجھ آ گیا ہوگا، اس کھیل کا ایک فائدہ تو یہ تھا کہ بچوں کے پاؤں مضبوط ہوجاتے تھے اور دوسرا فائدہ یہ ہوتا تھا کہ ہاتھ مضبوط ہوجاتے تھے، اور تیسرا فائدہ یہ تھا کہ اپنے جسم کے توازن اور بیلنس کو قائم رکھنے اور اپنے آپ کو سنبھالنے کی مشق ہوجایا کرتی تھی۔

گیند بٹوں کا کھیل

پیارے بچو! پہلے زمانے میں ایک کھیل گیند بٹوں کے نام سے کھیلا جاتا تھا، جس کو زیادہ تر لڑکیاں اور کبھی لڑکے بھی کھیلا کرتے تھے، اس کھیل کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ ایک گیند ہوتی تھی اور کچھ بٹے ہوتے تھے، جو کبھی پتھر کے اور کبھی اینٹ سے توڑ کر بنالئے جاتے تھے، زمین پر بیٹھ کر کھیلنے والا بچہ ان بٹوں کو زمین پر ایک ساتھ ڈال دیتا تھا، اور اسی وقت گیند کو اوپر کی طرف اچھال دیتا تھا، اور گیند کے نیچے آنے سے پہلے ایک بٹہ ہاتھ

سے اٹھا کر اسی ہاتھ سے اوپر سے آنے والی گیند کو زمین پر گرنے سے پہلے پکڑنا ہوا کرتا تھا، اس طرح باری باری کر کے زمین پر موجود سب بٹوں کو اٹھانا پڑتا تھا، جب وہ مخصوص بٹے سارے باری باری اٹھا لئے جاتے تھے، تو اس کے بعد دوسری مرتبہ ایک ساتھ دو بٹے ہر مرتبہ اٹھانا پڑا کرتے تھے اور گیند اوپر کی طرف اچھال کر ہر مرتبہ گیند بھی زمین پر گرنے سے پہلے ہاتھ میں پکڑنی ہوتی تھی، جب دوسری مرتبہ سارے بٹے ختم ہوجاتے تو تیسری مرتبہ تین تین بٹے ایک ساتھ اٹھانا ہوتے تھے اور پھر چار چار بٹے ہر مرتبہ اٹھانا ہوتے تھے اور آخری مرتبہ سارے بٹے ایک ساتھ اٹھانا ہوتے تھے، کھیل کے اس مرحلہ سے گزر کر اگلے مرحلہ پر یہ کرنا ہوتا تھا کہ پھر وہ بٹے ایک ساتھ زمین پر ڈال دیئے جاتے تھے اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور دوسری انگلیوں کو زمین پر اس طرح کھڑا کیا جاتا تھا کہ انگوٹھے اور ساتھ والی انگلیوں کے درمیان ایک راستہ بن جاتا تھا، پھر دائیں ہاتھ سے گیند اچھال کر ایک ایک بٹے کو جلدی سے اسی ہاتھ سے زمین پر رکھے ہوئے ہاتھ کی انگلیوں کے درمیان والے سوراخ میں دھکیل دیا جاتا تھا، اور فوراً اوپر سے آنے والی گیند کو ہاتھ میں پکڑنا ہوتا تھا، جب ایک ایک کر کے سارے بٹے ختم ہوجاتے تھے، اس کے بعد ہر مرتبہ گیند اوپر اچھال کر دو بٹوں کو ایک ساتھ دوسرے ہاتھ کی انگلیوں کے درمیان بنائے ہوئے سوراخ میں دھکیلنا ہوتا تھا، اور یہ سلسلہ اس طرح چلتا تھا، آخری مرتبہ سارے بٹوں کو ایک ساتھ سوراخ میں دھکیل کر کھیل میں مکمل کامیابی حاصل ہوجاتی تھی، اور اگر اس کھیل میں کسی مرحلہ پر گیند پکڑنے یا بٹہ اٹھانے میں بچہ کامیاب نہ ہوتا تھا تو اس کی باری ختم ہوجاتی تھی۔

پیارے بچو! اس کھیل کے ذریعہ سے بچوں کی دماغی صلاحیت ابھرتی تھی، کیونکہ چستی اور پھرتی کے ساتھ نیچے اور اوپر ایک ساتھ اپنی توجہ رکھنا ہوتی تھی، اور ہر بٹے کی طرف نظر رکھنی ہوتی تھی۔

بزمِ خواتین مفتی محمد رضوان

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

حضور ﷺ کے خواتین سے چند اہم خطاب (قسط۲)

عَنْ اَسْمَاءَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَنْفِقِیْ وَلاَ تُحْصِیْ فَیُحْصِی اللّٰہُ عَلَیْکِ وَلاَ تُوْعِیْ فَیُوْعِی اللّٰہُ عَلَیْکِ اِرْضَخِیْ مَا اسْتَطَعْتِ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ (اللہ تعالیٰ کے راستہ میں) خرچ کرتی رہو اور (مال کو) گن گن کر اور شمار کر کر کے مت رکھنا، ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گن گن کر اور شمار کر کر کے دیں گے، (یعنی خوب زیادہ نہیں دیں گے) اور مال کو بند کر کے اور روک کر مت رکھنا، ورنہ اللہ تعالیٰ (بھی) اپنی بخشش کو تمہارے سے بند کر دیں اور روک دیں گے، جہاں تک ہو سکے تھوڑا (ضرورت مندوں پر) خرچ کرتی رہو (مشکوٰۃ ص ۱۶۴، بحوالہ بخاری ومسلم)

تشریح: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحبزادی تھیں، جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عمر میں تقریباً دس سال بڑی تھیں، انہوں نے مکہ میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا، بعض تاریخ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں میں اٹھارہویں نمبر پر اسلام لائیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضور ﷺ سے مسائل معلوم کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً حاضر ہوا کرتی تھیں، ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ان کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنے اور غریبوں کی ضرورت میں مدد کرنے کی طرف توجہ دلائی اور آپ ﷺ نے چار جامع نصیحتیں فرمائیں۔

(۱)......پہلی نصیحت: یہ فرمائی کہ ’’ اَنْفِقِیْ ‘‘ یعنی اللہ کے راستہ میں خرچ کرتی رہا کرو، مطلب یہ ہے کہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کا عمل جاری رکھا کرو، یہ نہیں کہ ایک مرتبہ خرچ کرنے کے بعد بالکل بے توجہی اور لاپرواہی اختیار کر لی اور سمجھ لیا کہ اب تو خرچ کر دیا، اس کے بعد خرچ کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۲)......دوسری نصیحت: یہ فرمائی کہ ’’وَلاَ تُحْصِیْ ‘‘ یعنی گن گن کر نہ رکھنا‘‘

اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ صرف جمع کرنے اور مال سمیٹنے اور اکٹھا کرنے کی دُھن میں نہ لگی رہو، کہ

روز مرہ مال کو بڑھانے کی ہی فکر سوار رہے کہ آج اتنا ہو گیا اور آج اتنا ہو گیا، جیسا کہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ غریبوں کو نہیں دیتے بلکہ اپنی ضرورتیں پوری کرنے میں بھی خرچ نہیں کرتے، بس ہر وقت مال بڑھانے کے متلاشی رہتے ہیں۔

ایسے لوگوں کو حدیث شریف میں عبدُ الدّینار (یعنی دینار کا بندہ) اور عبدُ الدّرہم (یعنی درہم کا بندہ) بتلایا گیا ہے۔

چنانچہ حضور ﷺ نے ایسے بندہ کی برائی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

تَعِسَ عَبْدُالدِّيْنَارِ وَعَبْدُالدِّرْهَمِ وَعَبْدُالْخَمِيْسَةِ اِنْ اُعْطِيَ رَضِيَ وَاِنْ لَّمْ يُعْطَ سَخَطَ ،تَعِسَ وَانْتُكِسَ وَاِذَاشِيْكَ فَلاَ انْتُقِشَ(مشکوٰۃ ص ۴۳۹ بحوالہ بخاری)

ترجمہ: بے مراد اور نا کام ہو دینار اور درہم (یعنی روپیہ، پیسہ) کا بندہ اور چادر کا بندہ، جس کا حال یہ ہے کہ اگر اسے مل جائے تو راضی اور نہ ملے تو خفا ہو جائے ایسے شخص کا ناس (بُرا) ہو اور اس کے لئے بربادی ہو اور اگر اس کے کانٹا لگ جائے تو اللہ کرے کوئی نہ نکالے“

ملاحظہ فرمائیں! مال و دولت اور روپیہ پیسہ کے بندہ پر حضور ﷺ نے کتنی خفگی اور ناراضگی ظاہر فرمائی، یہاں تک کہ اس کے حق میں بددعا تک فرمادی۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔

دوسرا مطلب ”وَلاَ تُحْصِىْ “ (یعنی گِن گِن کر رکھنا) کا یہ ہے کہ ضرورت مند اور غریب کو دیتے وقت اس لئے شمار نہ کرنا کہ کہیں زیادہ تو نہیں جا رہا، مثلاً ضرورت مند کو کچھ دینے کو دل چاہا مگر دیتے وقت دل تنگ ہو رہا ہے اور اس میں کمی کر رہا ہے۔

بہر حال دونوں میں سے جو مطلب بھی لیا جائے، مراد یہ ہے کہ مال و دولت کی بے جا محبت دل میں نہ ہونی چاہئے، اور جہاں خرچ کرنے کا موقعہ اور شریعت کی طرف سے حکم ہو اور اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کے لئے دیا بھی ہو تو خرچ کرنا چاہئے اور بخل و کنجوسی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فَيُحْصِى اللّٰهُ عَلَيْكِ ”یعنی اگر تم مال و دولت اور روپیہ پیسہ کو گِن گِن کر اور جمع کر کر کے رکھو گی اور ضرورت مند کو دیتے وقت بخل اور کنجوسی کا مظاہرہ کرو گی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی انداز میں گِن گِن کر ملے گا، ایسی صورت میں بہت زیادہ مال و دولت ہونے کے باوجود

بھی اپنی ضرورت کے لئے کافی نہ ہوگا۔

بعض اہلِ علم حضرات نے فرمایا ہے کہ'' فَیُحْصِی اللہُ عَلَیْکِ ''(اللہ تعالیٰ تمہیں گِن گِن کر دیں گے) کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم غریبوں پر خرچ کرتے وقت یہ خیال کروگی کہ کہیں زیادہ تو نہیں چلا گیا تو ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ بھی اپنے دیئے ہوئے مال کا قیامت کے دن حساب لیتے وقت سختی فرمائیں گے اور چھان بین کے ساتھ حساب لیں گے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاَحۡسِنۡ کَمَا اَحۡسَنَ اللہُ اِلَیۡکَ

یعنی مخلوق کے ساتھ احسان کرو جیسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ احسان کیا

(۳)......تیسری نصیحت: یہ فرمائی کہ'' وَلَا تُوۡعِیۡ فَیُوۡعِیۡ اللہُ عَلَیۡکِ ''

یعنی جمع کرکے نہ رکھنا ورنہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے غیب کے خزانہ سے تمہیں عطا نہیں فرمائیں گے۔

واقعہ یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق پر خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ کے یہاں سے بہت ملتا ہے اور رزق میں وُسعت ہوتی ہے اور اگر رزق تھوڑا ہو تو اس میں بہت برکت ہوتی ہے۔

جن خواتین وحضرات کو مال جمع کرکے رکھنے کا شوق ہوتا ہے وہ اپنی ضروریات بھی دباتے رہتے ہیں، بیوی بچوں پر خرچ کرنے میں کمی کرتے ہیں، جس سے ان کے حقوق تلف اور ضائع ہوتے ہیں، پھر دوسرے ضرورت مندوں کو دینے کا سوال کہاں ہوگا؟ پس خواتین وحضرات مال کے فرائض بھی ادا نہیں کرتے، مثلاً زکوٰۃ، صدقۂ فطر، قربانی اور بندوں کے واجب حقوق کے اخراجات وغیرہ کی طرف بالکل دھیان نہیں دیتے جس کی سزا آخرت میں بہت بڑی ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

کَلَّا اِنَّھَا لَظٰی نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰی تَدۡعُوۡا مَنۡ اَدۡبَرَ وَتَوَلّٰی وَجَمَعَ فَاَوۡعٰی (سورۃ معارج)

وہ آگ ایسی لپٹوں والی ہے جو کھال اتار دے گی، وہ اس شخص کو بلاوے گی جس نے پیٹھ پھیری ہوگی اور بے رُخی کی ہوگی اور جمع کیا ہوگا پھر اس کو اٹھا اٹھا کر رکھا ہوگا (ترجمہ بیان القرآن)

(۴)......چوتھی نصیحت: یہ فرمائی کہ ''اِرۡضَخِیۡ مَا اسۡتَطَعۡتِ'' یعنی جو کچھ ہو سکے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتی رہو۔

''جو کچھ ہو سکے'' بہت عام ہے اور ہر امیر غریب اس پر عمل کرسکتا ہے درحقیقت اللہ تعالیٰ کے راستہ میں

خرچ کرنے کا تعلق آخرت کی محبت سے ہے، مالداری سے نہیں ہے، غریب بھی خرچ کرسکتا ہے مگر اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے گا، اور امیر بھی خرچ کرسکتا ہے وہ اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے گا، دنیاوی ضرورتوں میں بھی تو امیر وغریب سب ہی خرچ کرتے ہیں، آخرت کا فکر ہو تو اس میں بھی امیر غریب سب ہی خرچ کریں۔

ایک حدیث میں ہے کہ جس عورت کے پاس مال ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ نکالتی ہو تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بڑی گناہ گار ہے، قیامت کے دن اس پر بڑا سخت عذاب ہوگا (بیہقی، حاکم)

لیکن خواتین کو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ شوہر کے مال میں سے ان کو شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ نہیں کرنا چاہیئے، البتہ اگر اپنا مال ہو تو خرچ کرنے کے لئے شوہر سے اجازت لینا ضروری نہیں، چنانچہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں نے دیکھا ہے کہ عورتیں چندہ کے بارے میں بہت سخی ہوتی ہیں، جہاں انہوں نے صدقہ کے فضائل کسی وعظ میں سُنے اور زیور نکالنا شروع کیا۔

یاد رکھو! جو زیور خاص تمہاری مِلک ہو اس میں سے دینے کا تو مضائقہ (حرج) نہیں مگر جو زیور شوہر نے محض (صرف) پہننے کے لئے دیا ہو، اس کو چندہ میں دینا خاوند کی اجازت کے بغیر جائز نہیں۔

یہ تفصیل اس صورت میں ہے جبکہ خاوند کا مال دیا جائے۔

اور اگر خاص عورت ہی کا مال ہو تو اس میں خاوند کی اجازت کی ضرورت نہیں مگر اس سے مشورہ کر لینا چاہیئے (تاکہ بعد میں کوئی اختلاف ونزاع اور بدمزگی پیدا نہ ہو) البتہ اگر کوئی ایسی معمولی چیز ہو جس میں غالب احتمال (یعنی غالب گُمان) اجازت کا ہو تو خیر کوئی حرج نہیں'' (اصلاحِ خواتین ص ۱۳۸ بحوالہ وعظ اسبابُ الغفلۃ ص ۳۸۷)

خواتین کے پانچ عیب

پہلی حدیث میں (جو گذشتہ قسط میں گزری) حضور علیہ السلام نے خواتین کو صدقہ کرنے اور کثرت سے استغفار اور اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنے کا حکم فرمایا اور خواتین کے کثرت سے دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہونے کی جو وجوہات بیان فرمائیں، اُن میں سے ایک تو یہ ہے کہ خواتین لعن طعن بہت کرتی ہیں اور دوسری

یہ ہے کہ شوہر کی بہت ناشکری کرتی ہیں اور تیسری وجہ یہ ہے کہ عقل مَند مَردوں پر غالب آ جاتی ہیں اور اُن کی عقل و دین کو اُچکنے کا باعث بن جاتی ہیں اور اسی کے ساتھ حضور ﷺ نے اس حدیث میں خواتین کے مزید دو عیب بھی بتلائے جو غیر اختیاری ہیں، اُن میں سے ایک عقل کی کمی ہے اور دوسرے دین کی کمی۔
خواتین کو اپنے اِن عیوب اور امراض کی تفصیل معلوم ہونا ضروری ہے تا کہ وہ ممکنہ حد تک اپنی اصلاح کر کے اپنے آپ کو جہنم سے بچانے کا سامان کر سکیں۔
اس حدیث کی تشریح حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے بہت عمدہ طریقہ پر فرمائی ہے جس کی روشنی میں یہاں تفصیل کی جاتی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کے پانچ عیب بیان فرمائے ہیں، ان میں دو عیب تو وہ ہیں جن میں اپنے اختیار کو دخل نہیں اور تین عیب اختیاری ہیں، وہ دو عیب جن میں اختیار کو دخل نہیں، یہ ہیں: (۱)...... عقل کی کمی (۲)...... اور دین کی کمی
اور تین اختیاری یہ ہیں: (۱)...... کثرت سے لعنت ملامت کرنا (۲)...... خاوند کی ناشکری کرنا (۳)...... ہوشیار مرد کو بے عقل کر دینا'' (تسہیل المواعظ ج ۱ ص ۶۲۰ ملخصاً، وعظ عورتوں کی اصلاح)

خواتین میں عقل اور دین کی کمی

آگے فرماتے ہیں:

اختیاری عیب تو اس لیے بیان فرمائے ہیں کہ ان سے واقف ہو کر علاج کی فکر کریں اور جو عیب اختیاری نہیں اور علاج سے نہیں جا سکتے اُن کو اس لیے بیان فرمایا کہ اپنے اندر ان عیبوں کو دیکھ کر غرور جاتا رہے، اس لیے کہ عورتوں میں غرور کا مرض بہت ہوتا ہے، ذرا سا کمال ہوتا ہے اس کو بہت کچھ سمجھتی ہیں، اور غرور ہمیشہ جہالت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے...... اور عورتوں میں یہ مرض زیادہ ہے اگر کوئی عورت ذرا نماز اور تلاوت کی پابند ہو جاتی ہے تو اپنے کو رابعہ بصریہ سمجھنے لگتی ہے اور ہر ایک کو حقیر سمجھتی ہے (تسہیل المواعظ ج ۱ ص ۶۲۰، ۶۲۱ ملخصاً، وعظ عورتوں کی اصلاح)

آگے فرماتے ہیں:

اور جہالت ہی کی وجہ سے فخر اور غرور ہوتا ہے، اور جس قدر عقل کم ہوتی ہے یہ مرض غرور کا زیادہ ہوتا ہے چنانچہ مردوں کی نسبت عورتوں میں یہ مرض زیادہ ہے۔

حاصل (خلاصہ) یہ ہے کہ غیر اختیاری عیبوں پر نظر اور توجہ ہونے سے یہ مرض کم ہوتا ہے اور اوّل (پہلے) معلوم ہو چکا ہے کہ غیر اختیاری عیب جن کے دور کرنے پر قدرت نہیں یہاں پر دو بتلائے گئے ہیں، ایک عقل کی کمی، دوسرے دین کی کمی، عقل کی کمی کو تو حضور ﷺ نے اس علامت سے بیان فرمایا کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ان کی عقل میں نقصان ہے، دین کی کمی کو اس دلیل سے بیان فرمایا کہ عورتوں کو نماز پڑھنے کے مواقع کم ملتے ہیں، زمانۂ حیض میں نماز نہیں پڑھ سکتیں اور نمازوں کی کمی دین کی کمی ہے اور نمازوں کی کمی کا سبب ہے حیض کا آنا، اور ظاہر ہے کہ وہ پیدائشی ہے اپنے اختیار سے نہیں ہے اس لیے یہ عیب غیر اختیاری ہوا جیسا پہلا بھی غیر اختیاری تھا، اور تین عیب اختیاری بتلائے گئے ہیں کہ ان کا دور کرنا اختیار میں ہے، وہ یہ ہیں:

خاوند کی ناشکری، ہوشیار مرد کو بے عقل کر دینا، کثرت سے لعنت ملامت کرنا، اول کے دو عیب جو غیر اختیاری ہیں ان کا فکر تو بے فائدہ ہے، کہ وہ علاج سے دُور ہونے والے نہیں بلکہ اس کی تو آرزو کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے مردوں کی فضیلتیں سُن کر فرمایا کہ کیا اچھا ہوتا کہ ہم بھی مرد ہوتے، تو مردوں کی سی فضیلت ہم کو بھی ملتی اس پر یہ آیت اتری **وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ**۔ یعنی اس چیز کی آرزو مت کرو جس کے ساتھ بعض کو بعض پر پیدائشی فضیلت دی ہے، آگے فرماتے ہیں کہ مردوں کو لیے حصہ ہے ان کاموں میں جو انہوں نے کیے، مطلب یہ ہے کہ ایسی آرزو کو چھوڑ و اور نیک کاموں میں کوشش کرو جو اختیار اور قبضہ کے ہیں، اب اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ اگر ہم نیک کاموں میں کوشش بھی کریں تب بھی ناقص ہی رہیں گے، نقصان ہمارا کہاں دُور ہوا، تو اس کا جواب فرماتے ہیں **وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ** یعنی اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو، مطلب یہ ہے کہ نیک کام کر کے اگر خدا کا فضل ہوا تو تم مردوں سے بڑھ سکتی ہو، غرضیکہ جو عیب غیر اختیاری ہیں ان کا فکر تو بالکل فضول ہے اور جو عیب اختیاری ہیں ان کی اصلاح اور درستی ضروری ہے، اور وہ کل تین ہیں، کثرت سے لعنت ملامت کرنا، خاوند کی ناشکری، ہوشیار مرد کو بے عقل کر دینا (تسہیل المواعظ ج اص ۶۲۲ و ۶۲۳، وعظ عورتوں کی اصلاح)

(جاری ہے......)

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

کرنسی کی زکاۃ میں چاندی کا نصاب معتبر ہے یا سونے کا؟

سوال:...... اس دور میں سونے اور چاندی کی قیمتوں میں غیر معمولی فرق ہوگیا ہے، یعنی سونا چاندی کے مقابلہ میں بہت مہنگا ہوگیا ہے، شریعت نے سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ سونا مقرر کیا ہے اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی مقرر کی ہے، اب بازار میں اگر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت دیکھی جائے تو بیس ہزار روپے کے قریب بنتی ہے اور ساڑھے سات تولہ سونے کی قیمت ایک لاکھ روپے کے لگ بھگ بنتی ہے۔ کیا ان حالات میں بھی تجارت کے مال اور روپیوں میں ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت ہی کا اعتبار ہوگا؟ بعض علمائے کرام یہ فرمارہے ہیں کہ آج کل کیونکہ سونے اور چاندی کی قیمتوں میں بہت تفاوت اور فرق ہوگیا ہے اس لئے روپیوں میں سونے کے نصاب کا اعتبار کرتے ہوئے ساڑھے سات تولہ سونے کی قیمت کو معیار بنا کر زکوٰۃ لازم ہوگی، ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے معیار سے زکاۃ لازم نہ ہوگی، اس سلسلہ میں بعض فتاویٰ بھی حاضر ہیں، براہِ کرم اس سلسلہ میں صحیح اور راجح مسئلہ کو مدلل انداز میں واضح فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب:......جس شخص کی ملکیت میں مروّجہ کرنسی یا تجارت کے مال کی قیمت جب ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے اور ایسا شخص زکاۃ حاصل کرنے کا بھی مستحق نہیں، یہی صحیح ہے۔

اور سوال میں جو بعض حضرات کی رائے پیش کی گئی ہے یہ درست معلوم نہیں ہوتی، سونے اور چاندی دونوں کے نصاب اپنی اپنی جگہ نقل سے ثابت ہیں، جن میں عقل سے تغیر وتبدل کرنا درست نہیں، اور چاندی کی قیمت کے سونے کے مقابلہ میں غیر معمولی کم ہوجانے سے اس مسئلہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا، حضور ﷺ کے دور میں بھی چاندی سونے کے مقابلہ میں سستی تھی، مگر حضور ﷺ، خلفائے راشدین، صحابۂ کرام اور جمہور فقہائے کرام نے زکاۃ کے بارے میں اس فرق کا اعتبار نہیں فرمایا، اب اگر مزید سستی ہوگئی ہے تو بھی اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، کیونکہ یہ امرِ تعبدی ہے اور امورِ تعبدی شریعت کے ایسے احکام

کو کہا جاتا ہے جو نہ صرف یہ کہ عقل کی بنیاد پر حل نہیں ہوتے بلکہ ظاہراً عقل کے بھی خلاف معلوم ہوتے ہیں، جیسا کہ پیشاب و پاخانہ اور ریح یا خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور وضو میں ایسے اعضاء کو دھونے کا حکم ہے جہاں سے کوئی نجاست بھی برآمد نہیں ہوتی اور یہ اعضاء پہلے سے صاف ستھرے ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''آپ کے سوال کے سلسلہ میں چند باتیں سمجھ لینا ضروری ہے۔

اول...... کس مال میں کتنی مقدار واجب الادا ہے؟ کس مال میں کتنے نصاب پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟ یہ بات محض عقل و قیاس سے معلوم نہیں ہوسکتی، بلکہ اس کے لئے ہمیں آنحضرت ﷺ کے ارشادات کی طرف رجوع کرنا ناگزیر ہے۔ پس آنحضرت ﷺ نے جس مال کا جو نصاب مقرر فرمایا ہے اس کو قائم رکھنا ضروری ہے۔ اور اس میں ردوبدل کی گنجائش نہیں، ٹھیک اسی طرح، جس طرح کہ نماز کی رکعات میں ردوبدل کی گنجائش نہیں۔

دوم...... آنحضرت ﷺ نے چاندی کا نصاب دوسو درہم (یعنی ساڑھے باون تولے یعنی تقریباً ۶۱۲ء۳۵ گرام) اور سونے کا نصاب بیس مثقال (ساڑھے سات تولے یعنی تقریباً ۸۷ء۴۸ گرام) مقرر فرمایا ہے، اب خواہ سونے چاندی کی قیمتوں کے درمیان وہ تناسب جو آنحضرت ﷺ کے زمانے میں تھا قائم رہے یا نہ رہے سونے چاندی کے ان نصابوں میں تبدیلی کرنے کا ہمیں کوئی حق نہیں۔ جس طرح فجر کی نماز میں دو کے بجائے چار رکعتیں اور مغرب کی نماز میں تین کے بجائے دو یا چار رکعتیں پڑھنے کا کوئی اختیار نہیں۔

سوم...... جس کے پاس نقد روپیہ پیسہ ہو یا مالِ تجارت ہو یہ تو ظاہر ہے کہ اس کے لئے سونے چاندی میں سے کسی ایک کے نصاب کو معیار بنانا ہوگا۔ رہا یہ کہ چاندی کے نصاب کو معیار بنایا جائے یا سونے کے نصاب کو؟ اس کے لئے فقہائے امت نے جو درحقیقت حکمائے امت ہیں۔ یہ فیصلہ دیا ہے کہ ان دونوں میں سے جس کے ساتھ بھی نصاب پورا ہو جائے اسی کو معیار بنایا جائے گا۔ مثلاً چاندی کی قیمت سے نصاب پورا ہو جاتا ہے۔ مگر سونے سے نصاب پورا نہیں ہوتا (اور یہی آپ کے سوال کا بنیادی نکتہ ہے) تو چاندی کی قیمت سے حساب لگایا جائے گا۔ اور اس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ زکوٰۃ فقرا کے نفع کے

لئے ہے۔ اوراس میں فقراء کا نفع زیادہ ہے۔ دوم یہ کہ اس میں احتیاط بھی زیادہ ہے۔ کہ جب ایک نقدی (یعنی چاندی) کے ساتھ نصاب پورا ہوجاتا ہے اوردوسری نقدی (یعنی سونے) کے ساتھ پورا نہیں ہوتا تو احتیاط کا تقاضا یہ ہوگا کہ جس نقدی کے ساتھ نصاب پورا ہوجاتا ہے اسی کا اعتبار کیا جائے'' (آپ کے مسائل اوران کا حل ج ۳ ص ۳۵۵، ۳۵۶)

جو علمائے کرام مروجہ کرنسی نوٹ کا نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے بجائے ساڑھے سات تولہ سونے کی قیمت کے برابر قرار دے رہے ہیں یہ رائے بحیثیتِ مجموعی جمہور امت کے فیصلے کے مخالف ہونے کی وجہ سے کمزور ہے اوراس کو بحالتِ موجودہ مفتیٰ بہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اس سلسلہ میں چند عالمی سطح کی اکیڈمیوں کے فیصلے ملاحظہ ہوں:

جدہ فقہ اکیڈمی کا فیصلہ:

''کاغذی نوٹ فقہی اعتبار سے ''نقودِ اعتباریہ'' کی حیثیت رکھتے ہیں اوران میں ثمنیت مکمل طور پر موجود ہے اورشریعت میں ربا، زکوٰۃ، سلم وغیرہ کے معاملے میں سونے اور چاندی کے جو احکام طے شدہ ہیں وہی احکام اِن نوٹوں پر بھی جاری ہوں گے'' (قراردادیں اور سفارشات ص قرارداد نمبر (۲۱/۹/۳)

اس سے معلوم ہوا کہ کاغذی نوٹوں کو زکوٰۃ کے بارے میں سونے اورچاندی کا حکم حاصل ہے اورجس چیز کو سونے، چاندی کا حکم حاصل ہو، اس میں سونے چاندی میں سے کسی ایک کا نصاب پورا ہوجانے پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

اسلامی فقہ اکیڈمی ہند کا فیصلہ:

''نوٹوں میں زکوٰۃ کا نصاب چاندی کے نصاب کی قیمت کے مساوی ہوگا'' (اہم فقہی فیصلے ص ۱۵، جدید فقہی مباحث ج ۲ ص ۱۷۵)

اسلامی فقہ اکیڈمی ہند کے مذکورہ فیصلے سے واضح ہوا کہ نوٹوں میں زکوٰۃ کا نصاب چاندی کے نصاب کے اعتبار سے معتبر ہوگا، سونے کے نصاب کے اعتبار سے معتبر نہیں ہوگا۔

رابطہ عالمِ اسلامی کا فیصلہ:

''کرنسی نوٹ کی قیمت سونے اورچاندی میں سے کسی ایک نصاب کے بقدر ہوجائے

یا نقود یا سامانِ تجارت کے ساتھ مل کر نصاب پورا ہوجاتا ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی“
(عصرِ حاضر کے پیچیدہ مسائل ص۱۰۲)

رابطہ عالمِ اسلامی کے مذکورہ فیصلے سے معلوم ہوا کہ کرنسی نوٹ کی قیمت چاندی یا سونے میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی پوری ہوجائے تو زکاۃ واجب ہوگی۔

هيئة كبار العلماء مملكة العربية السعودية کا فیصلہ:

”وجوب زكاتها اذا بلغت قيمتها ادنى النصابين من ذهب او فضة او كانت تكمل النصاب مع غيرها من الأثمان والعروض المعدة للتجارة اذا كانت مملوكة لاهل وجوبها“ (ابحاث هيئة كبار العلماء المجلد الاول ص ۵۸، مطبوعه مكتبه ابنِ خزيمه، الرياض، سعودی عرب)

”ترجمہ: کرنسی نوٹوں میں زکاۃ واجب ہوگی جبکہ ان کی قیمت سونے یا چاندی میں سے کسی ایک ادنیٰ نصاب کو پہنچ جائے یا سونے چاندی یا مملوکہ سامانِ تجارت کے ساتھ مل کر قیمت سونے، یا چاندی میں سے کسی بھی ادنیٰ نصاب کو پہنچ جائے (تب بھی زکاۃ واجب ہوگی)“

مملکتِ سعودی عرب کے بڑے علماء کی جماعت کے مذکورہ فیصلے سے معلوم ہوا کہ کرنسی نوٹ کی قیمت سونے یا چاندی میں سے کسی ایک کے نصاب کے برابر ہوجائے تو زکاۃ واجب ہوگی۔

فائدہ: یہ اِس وقت کی عالمی اکیڈمیوں کے اہم فیصلے ہیں جن میں دنیا بھر کے بڑے بڑے اہلِ علم اور ماہرینِ فن تفصیلی بحث ومباحثے کے بعد فیصلے کرتے ہیں اور فیصلہ کرنے سے پہلے حالاتِ حاضرہ کا جائزہ بھی لیتے ہیں، اگر سونے چاندی کی قیمتوں میں غیر معمولی فرق کی وجہ سے کرنسی نوٹوں کے نصاب میں تبدیلی کی ضرورت محسوس ہوتی تو یہ عالمی اکیڈمیاں اس پر کوئی فیصلہ ضرور صادر فرماتیں۔

اب ذیل میں اس سلسلہ میں چند اکابرین کے فتاویٰ اور تحریرات پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ:

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اور فرضیتِ زکاۃ میں یہ سکہ بحکمِ فضہ (یعنی چاندی کے حکم میں) ہے، كما قالوا فی الفلوس الرائجة“ (احسن الفتاویٰ ج۶ ص ۵۱۸)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی تحقیق:

''وجوبِ زکاۃ کے مسئلے میں مروجہ سکوں کا حکم سامانِ تجارت کی طرح ہے، یعنی جس طرح سامانِ تجارت کی مالیت اگر ساڑھے باون تولہ چاندی تک پہنچ جائے تو ان پر زکوٰۃ واجب ہوجاتی ہے، بعینہٖ یہی حکم مروّجہ سکوں اور موجودہ کرنسی نوٹوں کا ہے'' (فقہی مقالات ج۱ص۳۰)

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''فالذی أراہ حقاوادین اللہ علیہ ،أن حکم الورق المالی کحکم النقدین فی الزکاۃ سواء بسواء ،لأنہ یتعامل بہ کالنقدین تماماً،ولأن مالکہ یمکنہ صرفہٗ وقضاء مصالحہ بہ فی أی وقت شاء فمن ملک النصاب من الورق المالی ومکث عندہ حولا کاملاًوجبت علیہ زکاتہٗ باعتبارزکاۃ الفضۃ لأن الذھب غیرمیسورالاٰن ،ولایمکنہ صرف ورقۃ بقیمتھاذھباً،ھذاماظھرلی (تکملۃ فتح الملھم ج۱ص۷۵۱)

ترجمہ: ''پس جو چیز میرے نزدیک حق ہے اور میرا جس چیز پر اللہ تعالیٰ کے لئے اطمینان ہے وہ یہ ہے کہ موجودہ کرنسی کو زکاۃ کے بارے میں پوری طرح سے سونے اور چاندی کا حکم حاصل ہے، اس لئے کہ لوگ اس کرنسی کے ساتھ پوری طرح سونے چاندی کی طرح کا برتاؤ کرتے ہیں، اور اس لئے کہ کرنسی کے مالک کو اس کا خرچ کرنا اور جس وقت چاہے اس کے ذریعہ سے اپنے مصالح پورا کرنا ممکن ہوتا ہے، لہٰذا جو شخص بھی کاغذی کرنسی (نوٹ) کا زکاۃ کے نصاب کے بقدر مالک ہوگیا اور اس پر حولانِ حول بھی ہوگیا تو اس پر اس کی زکاۃ واجب ہوگی چاندی کی زکاۃ کے اعتبار سے، کیونکہ سونا اس وقت (قیمت زیادہ ہونے کی وجہ سے معمولی کرنسی کے ذریعہ سے) میسر آنا مشکل ہوگیا اور نوٹ کی قیمت کا سونے کے اعتبار سے خرچ کرنا ممکن نہیں، میرے نزدیک یہی صحیح ہے''

فتاویٰ رحیمیہ:

''جتنے روپے میں ساڑھے باون تولہ چاندی خریدی جاسکے اتنے روپے کے مالک کو صاحبِ نصاب (نصاب والا شخص) قرار دیا جائے گا'' (فتاویٰ رحیمیہ کمپیوٹر ایڈیشن ج۷ص۵۲)

’’آج کے حساب سے ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر روپے ہوں گے تو زکاۃ واجب ہوگی‘‘(ایضاً صفحہ مذکورہ)

فتاویٰ مفتی محمود:

’’نوٹوں پر زکاۃ واجب ہے ،لیکن اس وقت جبکہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو، اس وقت بحساب اٹھارہ روپے فی تولہ اس کی قیمت =/۹۴۵ روپے ہے لہٰذا نصاب روپے کا یہی ہوگا =/۵۰۰ روپے میں زکاۃ واجب نہیں،اگر چاندی اور گراں ہوگی تو اسی اعتبار سے روپے کا نصاب بڑھتا چلا جائے گا‘‘(فتاویٰ مفتی محمود جلد سوئم ص ۲۲۶)

فتاویٰ حقانیہ:

’’نصابِ زکوٰۃ ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا اس کی قیمت کے برابر نقدی ہے،لہٰذا اگر دو ہزار روپے چاندی یا سونے کی قیمت کے برابر بنتی ہو تو زکوٰۃ واجب ہے‘‘(فتاویٰ حقانیہ،اکوڑہ خٹک ج۳ ص ۴۸۳)

جدید فقہی مسائل:

’’ہمارے عہد میں نوٹ، گو سونے سے مربوط ہے۔مگر چونکہ شریعت کی نظر میں چاندی بھی ثمن ہے اور نوٹ کے نصاب میں چاندی کی قیمت کا اعتبار کرنے میں فقراء کے لئے نفع ہے اور احکامِ زکوٰۃ میں یہ بات متفق علیہ ہے کہ جس پہلو میں فقراء کا فائدہ ہو،اس کو اختیار کیا جائے اس لئے زکوٰۃ کی حد تک ان سکوں اور نوٹوں کے لئے اصل چاندی ہی ہوگی اور اتنی رقم کا مالک ہونے پر جس سے چاندی کا نصاب خرید کیا جائے۔زکاۃ واجب ہو جائے گی‘‘

(جدید فقہی مسائل ج۴ ص ۱۴۶ از مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب زید مجدہٗ)

مسائلِ بہشتی زیور:

’’اگر کسی کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونے میں سے جس کی قیمت بھی کم تر ہو،اس کے برابر روپے پیسے ہوں اور ان پر سال گذر جائے تو اس نقدی پر زکاۃ فرض ہے جو کہ کل ڈھائی فیصد ہے‘‘(مسائلِ بہشتی زیور حصہ اول ص ۲۱۹ از مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب)

مولانا ڈاکٹر مفتی عمران الحق کلیانوی مشیر مذہبی امور، جامعہ کراچی لکھتے ہیں:

''آنحضرت ﷺ کے زمانے میں اور اس کے بعد بھی ایک زمانہ تک چاندی اور سونے کی قیمت میں تقریباً اسی قدر تفاوت تھا جس قدر ان کے نصاب میں تفاوت ہے۔اس زمانہ میں ایک دینار سونے کا دس نقرہ کی قیمت کے برابر تھا۔اس حساب سے سونا تقریباً دس روپے تولہ ہوتا تھا۔

علامہ شامی لکھتے ہیں: **وفی الهداية كل دينار عشرة دراهم فی الشرع** (ج۵ص۵۵)

اور اس سے پہلے ہے:

وحاصله أن الدينار اسم للقطعة من الذهب المضروبة المقدرة بالمثقال فاتخاذهما من حيث الوزن۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے جو قیمت بیس مثقال سونے کی تھی، وہی قیمت دوسو درہم کی بھی تھی۔اب بہت تفاوت ہے۔

حکم میں چونکہ صراحت ہے اس لیے کوئی ردوبدل نہیں ہوسکتا'' (کتاب الکفالۃ والنفقات ص۳۳۴، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

ملاحظہ فرمایئے کہ سونے چاندی کے حکم میں صراحت ہونے کی وجہ سے سونے اور چاندی کی قیمت میں تفاوت ہونے کی صورت میں ردوبدل کی گنجائش نہیں۔

اس لیے موجودہ حالات میں زکاۃ کے لحاظ سے روپیوں کے نصاب کو سونے کے نصاب کے ساتھ جوڑنا درست نہیں اور یہ رائے جمہور امت سے ہٹی ہوئی ہے۔ فقط واللہ سبحانہٗ اعلم۔

محمد رضوان، ۱۵/۴/۱۴۲۷ھ۔ دارالافتاء ادارہ غفران، راولپنڈی

کیا آپ جانتے ہیں؟ محمد امجد حسین صاحب

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

بیل گاڑی سے ریل گاڑی تک (قسط ۵)

سبی سے کوئٹہ لائن کے دشوار گذار مرحلے

سبی سے کوئٹہ ریلوے لائن بچھانے میں دشواریاں اور مشکلات کسی ایک جہت سے نہ تھیں، نہ کسی ایک نوع کی تھیں، کثیر الانواع اور مختلف الجہات مشکلات کی سنگلاخ گھاٹیاں اور خارزار وادیاں اس جانگسل سفر میں حائل تھیں، اسی کا نتیجہ تھا کہ ''رک'' سے سبی تک جتنی لمبی لائن (220 کلومیٹر) چار ماہ سے بھی کم عرصہ میں پڑی، اس سے کم مسافت (215 کلومیٹر) کی لائن سبی سے کوئٹہ تک بمشکل دس سال کے عرصے میں مکمل ہوئی (کوئٹہ تک مضبوط و پائیدار لائن آخری دفعہ 1890ء میں مکمل ہوئی) کوئٹہ و چمن کی وادیاں بھی بزبانِ حال انگریز حکام سے کہتی ہونگی۔

انہی پتھروں پہ چل کے آسکتے ہوتو آؤ میرے گھر کے راستے میں کوئی کہکشاں نہیں ہے

کوئٹہ ریلوے لائن کی تعمیر و تنصیب میں جو مشکلات پیش آئیں اور جو دشواریاں رکاوٹ بنیں، ان کا مختصر خاکہ یہ ہے کہ سب سے پہلی چیز ریلوے کارکنوں، کاریگروں، مزدوروں، اور سارے عملے کو یہاں کے قبائل، خانہ بدوشوں اور جرائم پیشہ لوگوں کی یلغار، لوٹ مار، مار دھاڑ کے واقعات کی صورت میں پیش آئی، سخت حفاظتی اقدامات کر کے اس کی روک تھام کی گئی تو دوسری چیز ان ویران علاقوں میں پندرہ ہزار مزدوروں کی بستی پر ملیریا کے حملہ کی صورت میں پیش آئی، جس کی وجہ سے چار و نا چار کام روکنا پڑا، تیسری چیز 1884ء اور 1885ء میں یکے بعد دیگرے دو دفعہ ہیضہ کی وبا پھوٹنے کی صورت میں پیش آئی، اس وبا سے صرف ایک مہینہ میں دس ہزار مزدوروں میں سے دو ہزار اس خشک علاقہ میں ہیضے کے لئے تر نوالہ بن کر جان کی بازی ہار گئے، اور باقی جان بچانے کے لئے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے، اس کے علاوہ لائنیں ڈالنے کے بعد زلزلوں اور پانی کے سیلابی ریلوں کے بھی یہ پوری پوری لائنیں نذر ہوتی رہیں جس سے ساری کی ہوئی محنت ضائع ہو جاتی اور پھر نئے سرے سے کام شروع ہوتا، مزید راستے میں ڈھلوانوں کو

کاٹنا، گھاٹیوں کو پاٹنا، برابر کرنا اور پہاڑوں کے لمبے چوڑے سلسلوں کو کاٹ تراش کر سرنگیں بنانا (جیسا کہ چھپر رفٹ اور خوجک غار یہاں کی بہت عظیم الشان اور انجینئر نگ کا شاہکار سرنگیں تھیں، آگے ہم ان کا ذکر کریں گے) اس طرح دریا، نالوں، ندیوں پر پل باندھنا بھی کوئی چھوٹا موٹا مرحلہ نہ تھا، یہ سب دشوار مرحلے کوئٹہ ریلوے لائن کی تعمیر وتنصیب میں سر کرنے پڑے۔

چھپر رفٹ کی گہرائی

سبی سے کوئٹہ ریلوے لائن جب چھپر رفٹ کے مقام پر پہنچی تو یہاں کوہ کنی کا ایک نیا مرحلہ درپیش تھا، فرہاد ہوتا تو جوئے شیر لانے کے مجنونانہ یا عاشقانہ خواب سے دستبردار ہو جاتا اور کچھ عجب نہیں کہ وہ گینتی و تیشہ جو اس نے سر پر مار کر خودکشی کی تھی کاندھے پہ رکھ کر گھر کو واپس آجاتا اور ہوش وحواس جو عشق کی نذر ہو گئے تھے، ٹھکانے آجاتے اور پھر سوداؔ کو فرہاد کا وکیل صفائی بن کر یوں معذرت نہ کرنی پڑتی۔ ؎

سوداؔ قمارِ عشق میں خسرو سے کوہ کن   بازی گرچہ نہ پاسکا سرتو اپنا دے سکا

بلکہ سوداؔ صاحب بزبانِ میرتقی فرہاد (کوہ کن) کو یوں لتاڑتے نظر آتے۔ ؎

ہوگا کسی دیوار کے سائے تلے میر   کیا کام محبت سے اس آرام طلب کو

لیکن انگریزوں کا معاملہ فرہاد سے مختلف تھا، فرہاد کی ایک جان تھی وہ بھی عشق کی ماری ہوئی اور ایک کا فرادا حسینہ کے تیر بہدف نگاہوں سے زخمی وگھائل، جبکہ انگریزوں کے پاس دس پندرہ ہزار سرحدی، افغانی، کوہستانی، سندھی، بنگالی مزدوروں کی فوج ظفر موج تھی، فرہاد کے پاس لے دے کے ایک گینتی تھی وہ بھی لوہار خانے کی بھٹی سے نکلے اور سان پر چڑھے معلوم نہیں کتنا عرصہ بیت گیا تھا اور دستہ بھی اس کا پتہ نہیں کس لکڑی کا تھا، جبکہ انگریز مشینری اور ٹیکنالوجی کے دور کے لوگ بلکہ ایک طرح سے بانی تھے، اس لئے یہ مرحلہ بھی انہوں نے سر کر کے ہی چھوڑا، بلکہ اس کے بعد خوجک غار کا اس سے بھی زیادہ مشکل مرحلہ بھی۔

چھپر رفٹ سرنگ کا واقعہ عابدیؔ صاحب کی زبانی سنئے:

> سب کچھ ہوا پر افغانستان کی جانب ریلوے لائن کا کام نہ رکنا تھا، نہ رکا، یہاں تک کہ راستے میں وہ مقام آگیا جو چھپر رفٹ کے نام سے مشہور تھا اور لائن پڑ جانے کے بعد ایک عالم اسے دیکھنے جایا کرتا تھا، اس لائن کے راستے ایک ایسا پہاڑ تھا جس کے اندر سرنگ کھودی جاسکتی تھی لیکن پہاڑ بیچ میں سے یوں کٹا ہوا تھا جیسے مکھن کی ٹکیا درمیان سے کاٹ کر دونوں ٹکڑے دور

سرکا دیئے جائیں، اس کا حل یہ نکالا گیا کہ دونوں طرف سرنگ کھودی گئی اور درمیان کے خلا کو پل کے ذریعے پاٹ دیا گیا، جب ٹرین چلی تو منظر یہ تھا کہ گاڑی آسمان کو چھونے والی ایک دیوار سے نکلتی تھی اور سینکڑوں میٹر اونچا پل پار کر کے سامنے والی دوسری دیوار میں داخل ہو جاتی تھی، پل بنانے کے لئے وہاں تک (دونوں پہاڑوں کے درمیان کی گھاٹی تک) جانا مشکل تھا اتنا مشکل کہ وہاں تک سڑک تو کیا پگڈنڈی تراشنی مشکل تھی، آخر انجینئروں نے پہاڑ کے پہلو میں لوہے کی سلاخیں گاڑیں اور ان کے اوپر تختے جمائے جن سے سڑک کا کام لیا گیا باقی مزدور کمر سے رسیاں باندھ کر اوپر سے اترتے تھے اور پتھر کے سینے میں شگاف ڈالتے تھے، آخر دونوں سرنگیں کھلیں درمیان کے کٹاؤ میں پل بنا اور جب دھواں اڑاتی اور سیٹیاں بجاتی ریل گاڑی وہاں سے گذری تو یقین ہے کہ حیرت زدہ قبائلی آتے جاتے قافلوں کو لوٹنا بھول گئے ہونگے۔ انجینئروں کو اس چھپر رفٹ سے لائن گذارنے پر بڑا ناز تھا، انجنوں کے آگے خصوصی نشستیں لگادی گئی تھیں، مہمان ان پر بیٹھ کر اس شاہکار کا نظارہ کرتے تھے............ پھر ایک روز (کم از کم پچاس سال بعد) یہ ہوا کہ قیامت آگئی، 11 جولائی 1942ء کو ایسی بارش ہوئی کہ کیسی سرنگیں اور کیسا پل سب کچھ پانی کے ریلے میں بہہ گیا، سندھ پشین اسٹیٹ ریلوے ہمیشہ کے لئے بند ہوگئی، قندھار اسٹیٹ ریلوے کا منصوبہ ختم ہوا، دوسری عالمی جنگ چھڑی ہوئی تھی، اور ہتھیار بنانے کے لئے لوہے کی سخت ضرورت تھی کہ برطانیہ کے عام لوگوں کے گھروں کے آگے لگے ہوئے لوہے کے گیٹ اور سلاخیں تک کاٹ لی گئی تھیں، انہی دنوں چھپر رفٹ کی نہ صرف پٹریاں اور سلیپریں اکھاڑی گئیں بلکہ شکستہ پل بھی بڑے جتن کر کے اتار لیا گیا، اب وہاں ویرانہ ہے (ص ۳۶، ۳۷)

عبرت کدہ محمد امجد حسین صاحب

عبرت و بصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

ہندوستان کا اسلامی عہد (قسط ۱۳)

پایہ تخت الور کا محاصرہ اور فتح یابی

الور پورے ملک سندھ کا دارالسطنت اور سب سے بڑا شہر تھا، راجہ داہر کا بیٹا گوپی یہاں کا حاکم تھا (داہر مقابلہ پر جاتے ہوئے اسے اپنا جانشین چھوڑ گیا تھا) گوپی نے الور والوں کو داہر کے مارے جانے کی کانوں کان خبر بھی نہ ہونے دی تھی، اس نے شہر والوں کو یہی باور کرا رکھا تھا کہ داہر مارا نہیں گیا بلکہ ہندوستان کمک فراہم کرنے گیا ہے، عنقریب وہ سب راجوں کی مدد سے بہت بڑا امدادی لشکر اکٹھا کر کے آیا چاہتا ہے، اس طرح اہلِ الور بالکل مطمئن تھے، اور گوپی جنگ کی تیاریوں میں مصروف تھا، سپہ سالار نے یہاں پہنچ کر محاصرہ کیا اور شہر کی فصیل سے میل بھر کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالا، مہینہ بھر محاصرے کو گذر گیا مگر اہلِ الور میں نہ کوئی سراسیمگی نظر آئی نہ جنگ کی طرف کوئی التفات و پرواہ، سپہ سالار نے بھی جواب میں ایسی ہی بے نیازی و بےفکری برتی، آخر الور کے کچھ لوگ فصیلوں پر چڑھ چڑھ کر مسلمانوں کو دھمکیاں دینے لگے کہ ایک ذرا ٹھہرو ہمارے مہاراج ہندوستان سے بڑا لشکر لے کر آ رہے ہیں پھر پیچھے سے وہ اور آگے سے ہم تم پر پل پڑیں گے اور تمہیں کاٹ پیس کر رکھ دیں گے، اب سپہ سالار پر حقیقت کھلی کہ اصل ماجرا کیا ہے؟ تب اس نے رانی لاڈی (جواب مسلمان اور اس کے حرم میں تھی) کو اس اونٹ پر سوار کر کے جس پر داہر کے ساتھ سوار ہوا کرتی تھی فصیل کے پاس بھیجا، اس نے فصیل کے نیچے آ کر فصیل پر کھڑے لوگوں کو حقیقتِ حال سے آگاہ کیا اور اپنی شناخت کروا کر کہا کہ مہاراج لڑائی میں کھیت رہے اور سر اُن کا عراق بھی پہنچ گیا تھا، بس یہی بھگوان کی مرضی تھی، سو تم لوگ ناحق کیوں مشقت جھیلتے ہو اور ہلاکت میں اپنے آپ کو ڈالتے ہو۔ لیکن اس پر وہ لوگ خود رانی پر سیخ پا ہونے لگے اور لگے لعنت ملامت کرنے، سپہ سالار نے اسے واپس بلا لیا، اور افسوس کرنے لگے کہ ان لوگوں سے قسمت بھی روٹھ گئی یہ ناحق اب جانیں گنوائیں گے، اور ساتھ ہی اسلامی لشکر کو جنگ شروع کرنے کا حکم دے دیا، اس طرح جب محاصرہ کی

شدت ان پر بڑھ گئی اور حالات بد سے بدتر ہوتے ان کو کھلی آنکھوں نظر آنے لگے تو ان کو گوپی کے اس سیاسی ناٹک میں خود بھی کچھ شبہ ہو گیا، کہ داہر زندہ ہوتا تو اتنے عرصہ میں پہنچ نہ آتا؟ جبکہ محاصرہ کو بھی عرصہ گذر گیا، اور زندگی کا دائرہ ہم پر تنگ سے تنگ ہوتا جارہا ہے۔ وہاں قلعہ میں اس زمانے میں ایک بڑے غضب کی جادوگرنی، ماہرِ فن جوگن کا بھی بسیرا تھا، یہ لوگ اس کے پاس گئے کہ سفلی قوتوں کے زور پر مہاراج کے متعلق کوئی صحیح خبر لاوے، وہ دن بھر کی مہلت لے کر اپنے حجرہ میں چلی گئی، تین پہر دن گذرے اس حال میں حجرے سے باہر آئی کہ ہاتھ میں جائفل اور سیاہ مرچ کی سرسبز و شاداب شاخ لئے ہوئے تھی اور لوگوں سے یوں کہنے لگی کہ سندھ سے لے کر لنکا (جنوب میں ہند کی انتہاء) تک میں مہاراج کے پیچھے سرگرداں رہی اگر زندہ ہوتے تو میں ضرور ان کو پالیتی اور ثبوت کے لئے لنکا سے یہ تازہ شاخ توڑ لائی ہوں۔ یہ سن کر شہر والوں پر مردنی چھا گئی، آپس میں سر جوڑ کر بیٹھے، اور اس پر رائے ٹھہری کہ قلعہ غنیم کے سپرد کر کے رحم و کرم کی درخواست کی جائے مسلمانوں کا سالار بڑا رحمدل شخص ہے، سب سے اس نے اپنا عہد نبھایا ہے۔ اب وفد بھیجنے کی تیاری کرنے لگے، گوپی کو یہ حالات معلوم ہوئے تو سخت مایوس ہو گیا اور اپنا خاندان اور سارا کنبہ لے کر راتوں رات جے پور کے ارادے سے چپ چاپ نکل کھڑا ہوا، ادھر مسلمان جی توڑ کر لڑ رہے تھے، گوپی کے فرار پر شہر والوں نے معززین کا وفد سپہ سالار کے پاس بھیجا کہ ہمیں داہر کی موت کا یقین ہو چکا ہے اور اب اس کا بیٹا بھی ہمیں چھوڑ کر جان بچا کر بھاگ گیا اس لئے ہم اب آپ کی اطاعت کا دم بھرتے ہیں ہمیں امان دے دیں، سالار نے اس شرط پر امان دی کہ جنگ فوراً بند کر کے فصیل سے نیچے اتر آؤ۔ اس پر عمل کیا گیا، عرب سرداروں نے دروازے پر پہنچ کر بڑی پھرتی سے دروازہ کھلوایا، یہ چچ نامہ کی دی ہوئی تفصیل ہے، جبکہ یعقوبی کی دی ہوئی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ رانی لاوی کے سمجھانے پر وہ لوگ مان گئے تھے، اور صلح کی شرائط پر قلعہ حوالے کر دیا تھا، اس تفصیل سے صاحبِ تاریخِ سندھ نے یہ قیاس ظاہر کیا ہے کہ شاید جوگن والا قصہ رانی لاوی کی نصیحت بھری تقریر سے پہلے پیش آیا ہو، اس لئے کچھ جوگن کے بتانے سے شبہ میں پڑے، اور پھر رانی کی یقین دھانی سے معاملہ کی تہہ تک پہنچ گئے۔

یہ الور کا علاقہ موجودہ ضلع سکھر کی حدود میں تھا۔ صلح کی شرائط طے ہو کر اسلامی لشکر فاتحانہ امن و امان کے ساتھ شہر میں داخل ہو گیا، سالار نے عام معافی کا اعلان کر دیا، الور کا قلعہ ایک بلند پہاڑ پر تھا، فتح میں

دیر لگنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔ یہاں بھی مندروں کو آباد کرنے کی اجازت دی گئی، اور جزیہ بھی تشخیص کر کے طے کیا گیا۔

قلعہ بابیہ کی فتح

الور میں حالات کو ڈھب پر لاکر اور یہاں ہر طرح کے انتظامات کر کے ابنِ قاسم رحمہ اللہ نے رواح بن اسد کو یہاں کا والی اور موسیٰ بن یعقوب کو قاضی مقرر کیا، ان انتظامات سے فارغ ہو کر ابنِ قاسم رحمہ اللہ لشکر لے کر قلعہ بابیہ کی تسخیر کے لئے پہنچے، یہ قلعہ دریائے بیاس کے ایک کنارے واقع تھا، راجہ داہر کا ایک چچازاد بھائی یہاں کا قلعہ دار تھا، جو داہر کی جنگ میں شامل تھا اور شکست ہونے پر بھاگ کر اس قلعہ میں پہنچا اور پھر اس پر قابض ہی ہو گیا، عرب فوج کے پہنچنے پر اس نے اپنی محدودسی فوجی قوت کے ساتھ مقابلے کی طاقت اپنے میں نہ دیکھی اس لئے صلح کا وفد بھیجا اور اطاعت پر آمادگی ظاہر کی، ابنِ قاسم رحمہ اللہ نے اس وفد کو عزت دی اور اس شہزادے سے ملنے کی خواہش ظاہر کی، یہ حاضر ہو گیا، ابنِ قاسم نے اس کو اس علاقے کے تمام مالی امور کا ذمہ دار اور وزیر بنا دیا اور یہ علم و فضل میں بھی بہت آگے تھا، اس لئے ملکی معاملات میں اسے اپنا مشیر بھی بنا دیا، اور ملکی انتظامات میں اس سے مشورے بھی لینے لگا، اور باقی تمام عہدیداروں پر اس کو برتری دی، آگے کے سفر میں بھی ابنِ قاسم نے اس کو ساتھ رکھا۔

اسکلندہ کی فتح

یہاں کے انتظام سے فارغ ہو کر ابنِ قاسم دریائے بیاس پار کر کے قلعہ اسکلندہ کی تسخیر کے لئے پہنچ گئے، جو دریا کے دوسری طرف آگے کہیں تھا، یہاں کا قلعہ دار ملتان کے حاکم کا بھتیجا تھا اور راجہ داہر کے مرنے پر خود مختار ہو گیا تھا، نام اس کا بعض تاریخی حوالوں کی رو سے سنگھ رائے تھا، یہ لوگ اسلامی لشکر سے لڑنے کے لئے مقابل ہوئے، نتیجۃً یہاں بہت خونریز جنگ ہوئی، میدان میں یہ لوگ شکست کھا کر قلعہ بند ہو گئے اور قلعہ کی فصیلوں سے اسلامی لشکر پر تیر اور منجنیقوں سے پتھروں کی بارش برساتے رہے، اسلامی لشکر نے پوری طرح ثابت قدمی دکھائی، سات دن رات قلعہ والوں نے مقابلے کے لئے پورا زور خرچ کر دیا، اسلامی لشکر کے جوابی حملوں نے سنگھ رائے کو سخت پریشان اور مایوس کر دیا، آخر یہ راتوں رات بھاگ کھڑا ہوا، اور قریب کے ایک اور قلعہ سکہ میں پناہ لی، اس کے بھاگنے پر شہر والوں کو جان بخشی اسی میں نظر آئی کہ وفد بھیج کر اطاعت کا اظہار کریں اور شہر حوالہ کر دیں چنانچہ یوں ہی ہوا، اس طرح شہریوں کی جان مال

محفوظ رہ گئی، اور اسلامی لشکر نے فاتحانہ داخل ہو کر عام شہریوں کو امان دے دی اور قلعہ کی فوج جو برسرِ جنگ تھی وہ چار ہزار کی تعداد میں ماری گئی اور ان کے متعلقین گرفتار ہوئے، ابنِ قاسم نے اس قلعہ کا انتظام عتبہ بن سلمیٰ تمیمی کے سپرد کیا، مالگذاری اور جزیہ تشخیص کر کے طے کر دیا گیا۔

سکہ کی فتح

اسلامی لشکر یہاں سے فارغ ہو کر قلعہ سکّہ کی طرف روانہ ہوا، یہ قلعہ ملتان کے قریب تھا، یہاں کا حاکم بجے رائے کا نواسہ تھا، وہ اپنی جگہ بڑی غیرت والا اور بہادر تھا، عربوں کا مقابلہ کرنے سے کم کسی اور چیز پر راضی نہ تھا، اسلامی لشکر کے ساتھ اس نے بہت خونریز جنگ لڑی، سترہ دن تک یہ مسلمانوں سے لڑتا رہا، اس جنگ میں اسلامی لشکر کے بڑے قیمتی افسر دو درجن کے لگ بھگ کام آئے اور مسلمان سپاہی جو کام آئے ان کی تعداد بھی سینکڑوں میں تھی، اس چیز کا اسلامی لشکر پر بہت اثر تھا، اتنی طویل اور خونریز جنگ لڑ کر بھی جب حالات اس قلعہ دار کو ناموافق نظر آئے تو مایوس ہو کر رات کی خاموشی میں ملتان بھاگ نکلا، اس کے بعد مسلمانوں نے یہ قلعہ فتح کیا، مسلمانوں کی رواداری، صلح جوئی اور بے تعصبی کے باوجود جس کا مسلمان اس خطے کی ساری جنگوں میں مظاہرہ کرتے آئے تھے، یہاں کے لوگوں نے ہٹ دھرمی کو اپنایا اور جب تک ذرا بھی دم خم ان میں رہا جنگ سے کم کسی چیز پر راضی نہ ہوئے، جس کے نتیجے میں مسلمانوں کا بہت نقصان ہوا، ان حالات کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے فتح ہونے پر اس شہر کو برباد کر کے چھوڑا، بلاذرؔی نے لکھا ہے کہ اب یہ ویران ہے، یہ بلاذرؔی کے زمانے کی بات ہے، ورنہ ہمارے زمانے میں تو اس کا نام ونشان بھی معلوم نہیں، اب آگے ملتان کی تسخیر کی باری ہے۔ (جاری ہے……)

Idara Ghufran

طب و صحت

حکیم محمد فیضان صاحب

طبی معلومات ومشوروں کا مستقل سلسلہ

آم (MANGO)

آم ہندوستان اور پاکستان کا مشہور اور مخصوص پھل ہے۔آم کو عربی زبان میں اَنبَجُ یامَانُجو فارسی میں آنبہ اور انگریزی میں مینگو کہتے ہیں۔

آم کو برصغیر کا جلیل القدر پھل، جنت کا میوہ، دیوتاؤں کا بھوگ، پھلوں کا بادشاہ، جیسے نام دئے جاتے ہیں۔فرانسیسی مؤرخ ڈی کنڈوے کے مطابق برصغیر میں آم چار ہزار سال قبل بھی بویا جاتا تھا لیکن ہندوؤں کی کتاب رگ وید میں اس کا ذکر موجود نہیں ......البتہ بعد کے دور کے ممتاز شاعر بالمیکی اور کالی داس نے رامائن اور شکنتلا میں آم کا ذکر کیا ہے۔برصغیر میں اسلامی حکومت کے دور میں مغلوں نے اور دکن میں برہمنوں کے دور حکومت میں پھلوں کے بے شمار درخت لگائے گئے۔ان میں آم کو خاص اہمیت حاصل تھی۔گویا اس وقت بھی آم کو پھلوں کا بادشاہ سمجھا جاتا تھا۔

آج کل آم جنوبی ایشیا کے متعدد ملکوں میں تجارتی پیمانے پر کاشت کیا جاتا ہے۔فلپائن، آسٹریلیا، جزائر ہوائی، انڈونیشیا، وسطی اور جنوبی امریکا میں بھی آم کی کاشت بڑے پیمانے پر ہونے لگی ہے۔لیکن ذائقہ، کثرت اور اقسام کے اعتبار سے ہمارے یہاں یعنی پاکستان کا آم مشہور ہے۔

قیامِ پاکستان سے قبل ہمارے اس خطہ میں آم بہت کم پیدا ہوتا تھا۔پاکستان ہجرت کرنے کے بعد آم کی نہایت اعلیٰ اقسام ہندوستان سے مہاجر اپنے ساتھ پاکستان لے کر آئے، اور آج پاکستان کا شمار آم کی اعلیٰ اقسام پیدا کرنے والے ممالک میں سرفہرست ہے، پاکستان کا شمار آم پیدا کرنے والے ملکوں میں چھٹے نمبر پر ہے۔پاکستان کا آم دنیا بھر میں اپنی اعلیٰ اقسام، رنگ اور خوشبو اور مزے کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ شمار ہوتا ہے، اور بے حد پسند کیا جاتا ہے۔اس وقت سندھ اور پنجاب میں دس لاکھ ٹن سالانہ پیدا ہونے والے آموں میں سے 53 ہزار 444 ٹن بہترین قسم کا آم برآمد ہو رہا ہے۔اور ہر سال اس کے زیر کاشت رقبے میں بھی مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔گذشتہ چھ سالوں میں پاکستان کے آم کے زیر کاشت رقبہ میں

ساڑھے سات ہزار ہیکٹر کا اضافہ ہوا ہے۔ پاکستان میں اس وقت تقریباً 97 ہزار ہیکٹر رقبے پر آم کے باغات ہیں۔

پاکستان میں اس وقت آم کی تقریباً 1000 سے زیادہ اقسام پائی جاتی ہیں۔ان میں پیوندی آم کی 149 ، اقسام اور دیسی یا تخمی آم کی 1000 کے قریب اقسام شامل ہیں۔

آم کے چند خواص:......آم میں وٹامن بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ایک درمیانی جسامت کا آم 15000iu وٹامن الف مہیا کرتا ہے جو کہ انسانی جسم کے لئے ایک ہفتہ کے لئے کافی ہوتا ہے۔آم خون پیدا کرتا ہے۔آم میں موجود ریشے نظامِ ہضم میں معاون ہوتے ہیں، آم نظامِ اخراج میں معاون ہے اس لئے معدہ کو صاف کرتا ہے اور قبض کو دور کرتا ہے۔

مزاج اور دیگر فوائد:...... پختہ آم گرم تر اور خستہ آم سرد خشک مزاج رکھتا ہے۔

آم کے پتے، چھال، گوند، اور تخم سب بطور دوا استعمال کئے جاتے ہیں۔نرم خشک پتوں کا سفوف اسہال اور ذیابیطس میں مفید ہے۔نرم تازہ پتوں کا جوشاندہ، ارنڈی کے درخت کی چھال اور سیاہ زیرے کے سفوف کے ساتھ کھانسی دمے اور سینہ کے امراض کے لئے مفید ہوتا ہے۔آم کی چھال قابض ہوتی ہے اور اندرونی جھلیوں پر نمایاں مقوی اثر کرتی ہے، اس لئے یہ سیلان الرحم (لیکوریا)، آنتوں کی ریزش، پیچش، خونی بواسیر اور اسہال وغیرہ کے لئے بہترین دوا سمجھی جاتی ہے۔ان امراض کے لئے چھال کا سفوف یا تازہ چھال کا رس نکال کر انڈے کی سفیدی یا گوند اور تھوڑی افیون کے ساتھ دیا جاتا ہے۔کچے آم کے چھلکے کو گھی میں تل کر شکر ملا کر کھانے سے حیض کی کثرت کو فائدہ ہوتا ہے۔آم کی گٹھلی کی گری قابض ہوتی ہے کیونکہ اس میں بکثرت گیلک ایسڈ ہوتا ہے اس لئے پرانی پیچش، اسہال، بواسیر، سیلان الرحم (لیکوریا) وغیرہ میں بہت مفید ہوتی ہے۔آنتوں کے کیڑے مارنے میں یہ بہت کارگر ہوتی ہے۔(مقدار خوراک ۲ تا ۳ گرام سفوف شہد کے ساتھ) پیچش میں آنوؤں روکنے کے لئے گری کا سفوف دہی کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے، نکسیر بند کرنے کے لئے گری کا رس ناک میں ٹپکایا جاتا ہے۔ پختہ آم قوت اور فرح بخش ہے، خون پیدا کرتا ہے۔ بدن کو موٹا کرتا ہے، پیٹ کو نرم کرتا ہے۔

میٹھا آم جو عام طور پر لنگڑا، دسہری، مالدہ، وغیرہ ناموں سے پکارا جاتا ہے، اعلیٰ درجہ کا مقوی باہ (مخصوص مردانہ وزنانہ قوت پیدا کرنے میں معین) ہے۔ یہ خون پیدا کر کے جسم کو موٹا کرتا ہے۔قبض کی شکایت کو دور

کرتا ہے۔

باہ کی طاقت کے لئے:......آم کا تازہ میٹھا پتلا رس ایک پاؤ، سفوف ستاور ۶ ماشہ، سفوف ثعلب مصری ۶ ماشہ، تازہ دودھ دو چھٹانک، ادرک کا رس ۶ ماشہ، پیاز کا رس ایک تولہ، انڈے کی زردی ایک عدد، عمدہ دیسی گھی ایک تولہ، زعفران تین رتی (گلاب کے عرق ایک تولہ میں حل کر کے) سب چیزوں کو خوب اچھی طرح ملا کر آدھا چھٹانک مصری پسی ہوئی شامل کر کے روزانہ صبح پی لیا جائے دو ہفتہ استعمال کر نے کے بعد شام کے وقت بھی اسی وزن سے یہ نسخہ استعمال کریں، اعلیٰ درجہ کا مقوی باہ ہے اعضائے رئیسہ کو طاقت دیتا ہے بدن کو سرخ سفید بناتا ہے۔

تپ دق کے لئے:......تپِ دق (ٹی بی کے مرض) کے لئے کسی چینی کے برتن میں تازہ میٹھے اور رسیلے آموں کا رس پندرہ بیس تولہ بھر نچوڑیں۔ اس میں شہد ۵ تولہ ملا کر صبح شام استعمال کریں اور دن رات میں دو تین بار گائے یا بکری کا تازہ دودھ مصری ملا کر پی جایا کریں۔ اس طرح ۲۱ دن استعمال کرنے سے فائدہ ہوتا ہے۔

تلی کے لئے:...... پختہ میٹھے آموں کا رس ایک چھٹانک شہد ایک تولہ شامل کر کے روزانہ پلانے سے تلی کا ورم دور ہو جاتا ہے۔

معدہ کی طاقت کے لئے:...... میٹھے آم کا رس ۵ تولہ سونٹھ ۲ ماشہ لیں۔ سونٹھ پیس کر آم کے رس میں ملا کر روزانہ صبح کے وقت پلانے سے ہاضمہ کی کمزوری رفع ہو جاتی ہے۔

دماغ کی طاقت کے لئے:......آم کا تازہ میٹھا رس ایک پاؤ، تازہ دودھ ایک چھٹانک، ادرک کا تازہ رس ایک چائے کے چمچہ کے برابر، اگر مضر نہ ہو تو حسب ذائقہ شکر شامل کر کے اچھی طرح ملا کر روزانہ ایک مرتبہ کھالیں، یہ نسخہ دماغ کی طاقت کے لئے مفید ہے۔

کچے آم کے خواص:...... کچا آم قبض کرتا ہے اور معدہ کو طاقت دیتا ہے۔ اس کے علاوہ کچا آم لُو لگنے کے ضرر کو دور کرنے کے لئے نہایت مفید ہے۔ چنانچہ اسکو چھیل کر قاش قاش کر کے پانی میں بھگو دیتے ہیں جب پانی میں ترشی آجائے تو مصری سے میٹھا کر کے پلاتے ہیں۔ یا کچے آم کو بھوبل میں دبا دیتے ہیں جب وہ پک جائے تو اس کو نچوڑ کر اس میں عرق بید مشک، عرق کیوڑا ملا کر مصری سے میٹھا کر کے لُو لگے ہوئے کو پلاتے ہیں۔ کچا آم دست کو بند کرنے۔

معدہ کو طاقت دینے اور پیشاب کے قطرے جاری رہنے کے مرض کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

گرمی کے توڑ کے لئے:...... دوتین کچے آم شام کو بھوبل میں بھون لیں اور رات بھر کسی کھلی جگہ پر پڑا رہنے دیں۔ سویرے انھیں مسل کر شربت سا بنالیں اور ایک چٹکی بھنا ہوا زیرہ ذرا سا کالا نمک اور کالی مرچ ڈال کر پئیں، اس سے پیاس مٹتی ہے اور لو کے اثر سے بھی حفاظت رہتی ہے۔

ہاضمہ کے لئے:...... ایک سیر کچے آموں کو چھیل کر چھوٹی چھوٹی پھانکیں بنا کر پانی میں جوش دے کر ان پھانکوں کو ہوا میں پھیلا دیں تاکہ پانی خشک ہو جائے، سرخ مرچ، چھلا ہوا لہسن، نمک، سونٹھ، ہر ایک ،ایک چھٹانک ہر ایک کو علیٰحدہ علیٰحدہ باریک پیس لیں۔ پھر ایک پاؤ سرکہ خالص ملا لیں، مزید ایک بوتل انگور کے سرکہ میں ایک سیر دانہ دار کھانڈ ملا کر آگ پر مربہ کی طرح چاشنی پکائیں پھر اس چاشنی میں کچے آم کی پھانکیں اور باقی مصالحہ ڈال دیں اور ساتھ ہی ایک پاؤ کشمش، ایک پاؤ چھوہارے باریک باریک تراشے ہوئے، اور ایک تولہ الائچی دانہ پسا ہوا شامل کر لیں، اگر قوام گاڑھا ہو تو مزید سرکہ شامل کر کے قوام پتلا کر کے تھوڑی دیر ہلکی آنچ پر پکانے کے بعد شیشے یا چینی کے مرتبان میں محفوظ کر لیں۔ یہ بہترین کھٹی میٹھی چٹنی بھوک بڑھاتی ہے اور بیحد لذیذ بھی ہے۔

اس کے علاوہ کچے چھلے ہوئے تراشیدہ آم ایک پاؤ لے کر سل پر پیس لیں ان میں، سفید زیرہ ۴ ماشہ، تازہ پودینہ آدھا تولہ، سرخ مرچ اور چینی حسب ذائقہ شامل کر کے پیس لیں۔ بہترین اور ہاضمہ دار چٹنی تیار ہے کھانے کے ساتھ استعمال کریں۔ کچے آموں کا اچار بھی ہاضمہ کے لئے بہت مفید ہے بھوک بڑھاتا ہے۔

سیب کھجور اور آم جیسے پھل انسانی جسم میں نظام اعصاب پر براہ راست اثر انداز ہوتے ہیں۔ فاسفورس، گلوٹیمک ایسڈ، وٹامن اے اور وٹامن بی، بی کمپلیکس اعصابی نظام کو تقویت اور حفاظت دیتے ہیں۔ اس لئے ان پھلوں کے استعمال سے ہماری یادداشت میں اضافہ ہوتا ہے، اور اعصابی تھکاوٹ، ذہنی کھنچاؤ، ہسٹیریا، نیند نہ آنے کی شکایت میں کمی آتی ہے۔ آم کھا کر دودھ کی لسی پی جائے تو بہت ہی مفید ہے۔۔ **واللہ اعلم بالصواب۔**

اعلان

ماہنامہ التبلیغ کے علمی وتحقیقی سلسلہ کا شمارہ نمبر ۵ شائع ہو گیا ہے، جس کا موضوع ہے ''سفر اور قصر کی ابتداء وانتہاء کیا ہوگی؟'' خواہش مند حضرات کتب خانہ ادارہ غفران سے رجوع فرمائیں

اخبار ادارہ

مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

❑......جمعہ ۲۲/ ۲۹/ ربیع الاول و ۶/ ۱۳/ ربیع الثانی کو تینوں مسجدوں (مسجد امیر معاویہ، مسجد بلال، مسجد نسیم) میں حضرت مدیر اور مفتی محمد یونس و بندہ محمد امجد صاحبان کے بیانات اور مسائل کی نشستیں حسبِ معمول منعقد ہوئیں، جمعہ ۲۹/ ربیع الاول کو بندہ محمد امجد نے ٹیکسلا خانپور روڈ پر ایک موضع میں بعض احباب کی دعوت پر جمعہ پڑھایا، مسجد نسیم میں جمعہ مولانا طارق محمود صاحب نے پڑھایا۔ جمعہ ۲۰/ ربیع الثانی کو بندہ کے کراچی کے سفر پر ہونے کی وجہ سے مولانا سعید افضل صاحب نے مذکورہ مسجد میں جمعہ کے فرائض سرانجام دیئے۔ اور جمعہ ۲۲/ ربیع الاول کو مسجد امیر معاویہ میں حضرت ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب نے جمعہ کا خطبہ اور نماز پڑھائی، اور نمازِ جمعہ کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ حاضرین سے خطاب فرمایا۔

❑......جمعہ ۲۲/ ربیع الاول و ۶/ ربیع الثانی کو بعد مغرب ادارہ میں پندرہ روزہ فقہی مذاکرہ کی نشستیں ہوئیں۔

❑......ہفتہ ۲۳/ ربیع الاول کو مولانا مفتی طاہر شاہ صاحب دامت برکاتہم (جامعۃ الرشید، کراچی) مفتی مقبول الرحمٰن صاحب زید مجدہٗ کی معیت میں دارالافتاء تشریف لائے، حضرت مدیر سے ملاقات فرمائی، حضرت مدیر کو آپ نے جامعۃ الرشید کراچی میں ہونے والے قضا کورس میں شرکت کی دعوت دی، اس دن حضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب دامت برکاتہم بھی کچھ دیر کے لئے تشریف لائے، آپ چند دن مسلسل تشریف لاتے رہے اپنی ایک کتاب کے مسودات پر نظرِ ثانی فرماتے رہے، جس پر ادارہ کے شعبہ کمپیوٹر میں کام ہو رہا ہے۔

❑......ہفتہ ۳۰/ ربیع الاول کو ادارہ کے صحن میں ٹائلوں کی رگڑائی کا کام مکمل ہوا۔

❑......اتوار ۲۴/ ربیع الاول ۱/ ۸/ ۱۵/ ربیع الثانی کو بعد عصر حسبِ معمول ہفتہ وار اصلاحی مجالس منعقد ہوئیں۔

❑......اتوار ۲۴/ ربیع الاول حضرت مدیر دامت برکاتہم ایک قضیہ کے سلسلہ میں دھمیال کیمپ تشریف لے گئے، جہاں کچھ دیگر احباب بھی جمع تھے۔

❑......اتوار ۲۴/ ربیع الاول مولانا عبدالسلام صاحب ناظم ماہنامہ التبلیغ کی شادی خانہ آبادی ہوئی۔

❑......اتوار ۱۵/ ربیع الثانی بعد مغرب مفتی سعید خان صاحب کے ہاں چھتر پارک کے قریب ان کی قیام گاہ پر موصوف کی دعوت پر ادارہ سے بندہ محمد امجد وہاں منعقدہ علمی مجلس میں شریک ہوا۔

❑......سوموار ۲۵/ ربیع الاول حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم دوپہر کے کھانے پر جناب دلدار صاحب (ڈھوک کھبہ) کے ہاں مدعو تھے۔

Iqra Ghufran

□......سوموار۳/ ربیع الثانی حضرت مدیر دامت برکاتہم ایک قضیہ کے سلسلہ میں ڈھمیال کیمپ زاھد حسین بھٹی صاحب کے ہاں تشریف لے گئے۔

□......منگل ۱۹/ ربیع الاول ص۳/ ۱۰/ ربیع الثانی بعد ظہر اساتذہ کرام کے لئے ہفتہ وار اصلاحی نشست ہوئی، ۲۶/ ربیع الاول و ۱۷/ ربیع الثانی کو حضرت مدیر دامت برکاتہم کے کچھ مشاغل کی وجہ سے یہ نشست نہ ہوسکی۔

□...... بدھ ۲۰/ ربیع الاول ص۴/ ۱۱/ ربیع الثانی بعد ظہر طلبہ کرام کے لئے حضرت مدیر دامت برکاتہم کے اصلاحی بیانات ہوئے، بدھ ۲۷/ ربیع الاول کو بوجہ مصروفیت یہ بیان نہ ہوسکا۔

□...... بدھ ۲۷/ ربیع الاول کو بعد ظہر مولانا الیاس کوہاٹی صاحب دامت برکاتہم دارالافتاء تشریف لائے، حضرت مدیر دامت برکاتہم سے علمی مجالست ہوئی۔

□......جمعرات ۲۸/ ربیع الاول بعد ظہر بزمِ ادب کی پہلی نشست منعقد ہوئی، ۵/۱۲/ ربیع الثانی کو بھی بزمِ ادب کی نشستیں منعقد ہوئیں، فی الحال اس کا دورانیہ ۴/ بجے تا عصر رکھا گیا ہے۔

□......جمعرات ۲۸/ ربیع الاول بعد عشاء ادارہ میں مولانا عبدالسلام صاحب نے اہلِ ادارہ اور کچھ دیگر احباب کو اپنے ولیمہ کے سلسلے میں کھانے کی ضیافت دی۔

□......جمعرات ۱۹/ ربیع الثانی جامعۃ الرشید، کراچی میں منعقدہ قضاء کورس میں ادارہ کی طرف سے مولوی طارق محمود صاحب اور بندہ محمد امجد شرکت کے لئے روانہ ہوئے۔

کرسی پر نماز پڑھنے کے بارے میں اہم وضاحت

ماہِ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ، جون ۲۰۰۵ جلد نمبر۲ کے شمارہ نمبر۴ کے صفحہ ۶۶ تا صفحہ ۷۴ پر'' مریض کے کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا مفصّل حکم'' شائع ہوا تھا، اس کے بعد اس مسئلہ پر حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب زید مجدہم سے مراسلت ہوئی، جس کے بعد اس مسئلہ کے بعض پہلوؤں پر دوبارہ تحقیق کی گئی، جن کا خلاصہ درجِ ذیل ہے:

(۱)......سجدہ کی حالت میں گھٹنے کسی چیز پر ٹیکنا واجب ہے، اور کرسی پر بیٹھ کر اور نیچے پاؤں لٹکا کر سجدہ کرنے کی صورت میں یہ واجب ادا نہیں ہوتا۔

(۲)......کرسی پر بیٹھنے والا نماز میں مسنون اور غیر مسنون طریقہ پر کسی طرح بھی شرعی قعدہ کرنے والا نہیں بلکہ اقرب الی القعود ہے جو کہ قعود سے مغایر چیز ہے، البتہ کرسی پر بیٹھنے والا عرف میں قاعد سمجھا جاتا ہے۔

لہٰذا جب تک کسی بھی شکل میں زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی قدرت ہو اُس وقت تک کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں نہ تو نماز کا قیام ادا ہوتا اور نہ قعدہ ادا ہوتا اور نہ حقیقی رکوع وسجدہ ادا ہوتا (محمد رضوان)

اخبارِ عالم

ابرار حسین ستی

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات و واقعات، حادثات و تغیرات

✍ **19 اپریل 2006ء/20 ربیع الاول 1427ھ:** ایران پر حملے کے لئے امریکا کی کوئی مدد نہیں کرینگے پاکستان ✍ **20 اپریل:** پاکستان، امریکہ، افغانستان مشترکہ فوجی مشقیں کرینگے، سہ فریقی کمیشن اجلاس میں فیصلہ، ✍ **21 اپریل:** پاکستان: میرانشاہ اور باجوڑ میں جھڑپیں 8 اہلکار 6 حملہ آور جاں بحق سرچ آپریشن شروع عراق ابراہیم جعفری دستبردار نئی حکومت کے لئے راہ ہموار تشدد حملوں اور دیگر واقعات میں سیکورٹی افسر سمیت 12 ہلاک۔ ✍ **22 اپریل:** پاکستان، کینیڈا نے پاکستان کے ذمہ 449 ملین ڈالر کا قرضہ معاف کر دیا مفاہمت کی یاداشت پر گذشتہ روز دستخط ہوئے مذکورہ قرضہ اب امداد کی شکل میں پاکستان کی تعلیمی سیکٹر پر خرچ ہوگا ✍ **23 اپریل:** پاکستان وزیرِ اعظم کی زیرِ صدارت ایکنک کا اجلاس 53 ارب روپے سے زائد کے ترقیاتی منصوبوں کی منظوری ✍ **24 اپریل:** پاکستان، پاک بحریہ آج بحرین میں کثیر الملکی ٹاسک فورس کی کمان سنبھالے گی پاک بحریہ کے رئیر ایڈمرل شاہد اقبال پروقار تقریب میں کمان سنبھالیں گے، پاکستان فورس کی کمان سنبھالنے والا پہلا غیر نیٹو ملک ہے ✍ **25 اپریل:** مصر: تین بم دھماکوں میں امریکی و اسرائیلی سیاحوں سمیت 30 افراد ہلاک 150 زخمی ✍ **26 اپریل:** پاکستان: سینیٹر طارق عظیم خان وزیرِ مملکت برائے اطلاعات، انیسہ زیب تعلیم اور سمیرا ملک کو امور نوجوانان کا وزیر بنا دیا گیا، محمد علی درانی وزیرِ اطلاعات، شیخ رشید ریلوے، 9 نئے وزراء نے حلف اٹھا لیا، وفاقی وزیر میجر (ر) طاہر اقبال کو امور کشمیر اور شمالی علاقہ جات کی وزارت سونپ دی گئی، جبکہ فیصل صالح حیات کو ماحولیات کا وفاقی وزیر بنا دیا گیا، نئے حلف اٹھانے والے وزراء کو چارج دے دیا گیا۔ صدر جنرل پرویز مشرف نے نئے وزراء سے حلف لیا، وفاقی وزراء میں سینیٹر علی درانی، سینیٹر سلیم سیف اللہ خان سینیٹر نیلوفر بختیار، انجینئر امیر مقام، سمیرا ملک اور زاہد حامد شامل ہیں، کابینہ کی مجموعی تعداد میں 3 وزراء کا اضافہ ✍ **27 اپریل:** پاکستان: بھاشا ڈیم کا سنگِ بنیاد رکھ دیا گیا، کالا باغ ڈیم سمیت تمام ڈیمز بناؤں گا صدر پرویز مشرف ★ پینٹا گون کا گوانتانا موبے سے 141 قیدی رہا کرنے کا فیصلہ قیدیوں کو انسانی حقوق کی تنظیموں کی شدید تنقید کے بعد رہا کیا جا رہا ہے، قیدی اب جرائم میں ملوث نہیں تحقیقاتی ادارے ✍ **28 اپریل:** پاکستان: شاہراہ قراقرم پر ریلوے ٹریک بچھانے کا جائزہ لیا جائے صدر مشرف کی شیخ رشید کو ہدایت ✍ **29 اپریل:** ایران ایٹمی سرگرمیاں روکنے

میں ناکام رہا البرادعی کی سلامتی کونسل میں رپورٹ کسی کی پرواہ نہیں جوہری پروگرام جاری رہیگا نژاد ایران نے عالمی توانائی ایجنسی کے انسپکٹروں سے تعاون نہیں کیا، جس کے باعث جوہری پروگراموں کے حوالے سے کوئی پیش رفت نہیں ہوسکی، اقوام متحدہ کی ڈیڈ لائن میں سرگرمیاں نہیں روکی گئیں، عالمی ایجنسی کے سربراہ کی رپورٹ اقوام متحدہ کے انسپکٹروں سے تعاون سے متعلق ٹائم ٹیبل دینے کو تیار ہیں، یورینیم کی افزودگی نہیں روکیں گے، جوہری ہتھیار تیر کرنے کا ارادہ نہیں، ایرانی صدر، ایران کے خلاف کارروائی ہونی چاہیے، امریکہ، برطانیہ ✍ **30 اپریل**: پاکستان: شاہین II حتف 6 بیلسٹک میزائل کا کامیاب تجربہ، صدر کی سائنسدانوں انجینئرز اور قوم کو مبارکباد ✍ **یکم مئی**: پاکستان: ڈیزل 1.55 پٹرول 1.41 اور مٹی کا تیل 2.36 روپے فی لیٹر مہنگا ✍ **2 مئی**: مقبوضہ کشمیر میں 22 ہندو قتل علیحدگی پسند ملوث ہیں، بھارت سازش ہے تحقیقات کی جائیں کشمیری رہنما ✍ **3 مئی**: پاکستان اور ازبکستان کا تجارتی واقتصادی تعاون بڑھانے پر اتفاق شنگھائی تنظیم کی مکمل رکنیت کے لئے پاکستان کی حمایت کریں گے ازبک صدر ✍ **4 مئی**: پاکستان بھارت کنٹرول لائن کے آر پار تجارت پر متفق دونوں ممالک کا سری نگر تا مظفر آباد ٹرک سروس جبکہ پونچھ تا راولاکوٹ بس سروس پر اتفاق رائے، ان تجارتی اشیاء پر بھی تبادلہ خیال کیا گیا جن کی تجارت اسی راستے ہوسکے گی۔ ✍ **5 مئی**: افغانستان: مختلف صوبوں میں طالبان کے بھرپور حملے 12 امریکی فوجیوں سمیت 16 ہلاک۔ کنڑ میں مجاہدین نے حملہ کرکے 8 امریکیوں کو ٹھکانے لگادیا، ننگرہار میں بارودی سرنگ پھٹنے سے 4 امریکی اور 2 افغان اہلکار ہلاک ہوگئے۔ ✍ **6 مئی**: آذربائیجان: ای سی او ممالک کے درمیان تجارت کو فروغ دیا جائے گا سربراہی کانفرنس کا مشترکہ اعلامیہ۔ ✍ **7 مئی**: افغانستان: طالبان نے ہیلی کاپٹر مارگرایا 10 امریکی فوجی ہلاک ✍ **8 مئی**: عراق کار بم دھماکے، فائرنگ، تشدد، 80 افراد ہلاک، 70 زخمی ✍ **9 مئی**: پاکستان: گرمی کی شدت ملک بھر میں درجنوں زخمی بدترین خشک سالی کا خطرہ، کئی ہفتوں سے جاری گرمی کی شدت میں خوفناک اضافے سے ملک بھر میں درجنوں افراد زندگی کی بازی ہار گئے۔ بلوچستان اور سندھ میں 10 لاکھ سے زائد افراد کو خشک سالی کا خطرہ ہے محکمہ موسمیات، لو چلنے سے سینکڑوں بے ہوش ✍ **10 مئی**: پاکستان: بولان ایکسپریس اور خیبر میل کو یکم جون سے پرائیویٹ سیکٹر میں دے دیں گے، شیخ رشید احمد۔ ہوم ڈیلیوری، ٹکٹ سروس اور ایک فون پر آن لائن ٹکٹ کی سہولت اور تھری سٹار کے معیار پر ریسٹ رومز کو ریلوے موٹلز میں بدلیں گے کراچی اور پشاور کے مابین سفر کا دورانیہ کم کرنے کے لئے اقدامات کیے جارہے ہیں۔ مسافروں کی شکایت پر فوری ایکشن لونگا، ذرائع ابلاغ کو بریفنگ ﴿بقیہ صفحہ ۵۰ پر ملاحظہ ہو﴾

A Chain of Useful and Interesting Islamic Information

By Mufti Muhammad Rizwan - Translated by Abrar Hussain Satti

Rulings For Exchanging Gold And Silver

Q: If Gold or silver is sold or bought with each other, then what terms in Sharia are applicable for this deal to be lawful?

A: If gold or silver is sold or bought with each other, (i.e. on one side there is silver and there is gold on the other) then it is necessary for this deal to be lawful in sharia if the transaction is made on spot by both parties and not on credit or installments but equality of weight is not necessary. Yet this matter is on the will of both parties. So the deal will be lawful in sharia with any quantity on which both parties have agreed. As mentioned, it does not make any difference if gold or silver are same on both sides or such items are old on one side and new on the other, or these are classic on one side and ancillary on the other, or these items are raw on one side and ornaments on the other, or quality of gold or silver is pure on one side & adulterated on the other. Some people do transaction in such a way that they buy or sell gold with gold or silver with silver, that is, one party gives gold or silver to the other party on spot, while the other party pays the whole or some of its portion on credit or pay back in installments which becomes an interest based deal - **So it is not Hallal !**